ختم نبوت آنحضرت ﷺ کے لئے اعلیٰ ترین شرف و منزلت اور عظیم الشان اعزاز واکرام ہے، قادیانی ختم نبوت کے باغی اور ملک و ملت کے غدار ہیں

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

(رپورٹ ابو مریم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ نے سعید آباد بلدیہ ٹاؤن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور لائبریری کا افتتاح کیا اور اس موقع پر جامع دارالعلوم صفہ میں ایک بڑے اجتماع سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم، احادیث متواترہ، فقہائے امت کے فتاویٰ اور اجماع امت کی رو سے آنحضرت ﷺ بلا استثناء تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے علی الاطلاق خاتم ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی شخص کسی معنی و مفہوم میں بھی نبی نہیں کہلاسکتا اور نہ ہی کوئی شخص آپ کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں عقیدہ ختم نبوت کو واضح اور غیر مبہم انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد قیامت تک کسی کو عہدہ نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا اور خود آنحضرت ﷺ نے متواتر احادیث میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان اس انداز میں فرمایا ہے اور مسئلہ ختم نبوت کی ایسی تشریح کی ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کسی شک و شبہ اور تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

"انہوں نے فرمایا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا مدعی ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ ختم نبوت آنحضرت ﷺ کے لئے اعلیٰ ترین شرف و منزلت اور عظیم الشان اعزاز و اکرام ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کا نبی بن کر آنا آنحضرت ﷺ کی سخت توہین ہے۔"

انہوں نے فرمایا کہ انگریز نے مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنے کی غرض سے مرزا قادیانی سے نبوت و رسالت کا دعویٰ کرایا اور آج فتنہ قادیانیت ایک منظم طریقے سے اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ ان حالات میں ہر مسلمان کا خصوصاً" نوجوانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ انہوں نے فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیت کے کفریہ عقائد کے خلاف پوری دنیا میں مصروف جہاد ہے اور عالمی مجلس نے پوری دنیا میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا علم بلند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے انشاء اللہ دنیا کے ہر حصے میں قادیانیت کے کفریہ عقائد کی قلعی کھل کر رہے گی اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ پوری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرے گی کہ قادیانی ملک و ملت کے غدار ہیں۔ ختم نبوت کے باغی اور انسانیت کے غدار ہیں انشاء اللہ پوری دنیا میں قادیانیت کے خلاف مجاہدین ختم نبوت کو فتح نصیب ہوگی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ علاقہ کے نوجوانوں نے فتنہ قادیانیت کے خطرناک عزائم سے باخبر ہوتے ہوئے ان کی سرگرمیوں کا نوٹس لینے کے لئے یہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور لائبریری کے قیام کا بروقت فیصلہ کیا ہے میں ان نوجوانوں کو اس پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو ہمت کے ساتھ فتنہ مرزائیت کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سے قبل جامعہ دارالعلوم صفہ کے مہتمم اور عالمی مجلس سعید آباد کے امیر مولانا قاری حق نواز تونسوی اور مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری نے بھی خطاب کیا۔

گمبٹ ضلع خیرپور میں قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے

(رپورٹ شفیق احمد مغل) تحصیل گمبٹ اور اس کے گرد نواح دیہاتوں میں قادیانیوں نے اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کردیا ہے جس سے علاقہ میں شدید تشویش پائی جاتی ہے قادیانی افراد جماعت کی شکل میں مختلف دیہاتوں میں جاتے ہیں اور وہاں پر موجود قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کو چائے پارٹی اور دیگر تقریبات کے بہانے جمع کرکے ان پر قادیانیت کے کفریہ عقائد پیش کئے جاتے ہیں اور انہیں مختلف انداز سے لالچ دے کر سرعام قادیانی ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ عالمی مجلس گمبٹ کے رہنماؤں شفیق احمد احمد مغل اور غلام نبی میمن نے قادیانیوں کی ایسی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہوئے قادیانیوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ آئین پاکستان کی پابندی کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغ سے باز آجائیں بصورت دیگر مجاہدین ختم نبوت تحصیل گمبٹ میں ان کا جینا دوبھر کردیں گے انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے انہیں آئین پاکستان کا پابند بنائے اور قانون کی خلاف ورزی کرکے قادیانیت کے کفریہ عقائد کی تبلیغ کرنے والے افراد کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے تاکہ علاقہ میں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوسکے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ کے لئے اعلیٰ ترین شرف و منزلت اور عظیم الشان اعزاز واکرام ہے' قادیانی ختم نبوت کے باغی اور ملک وملت کے غدار ہیں

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

(رپورٹ ابو مریم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ نے سعید آباد بلدیہ ٹاؤن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور لائبریری کا افتتاح کیا اور اس موقع پر جامع دارالعلوم صفہ میں ایک بڑے اجتماع سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم' احادیث متواترہ' فقہائے امت کے فتاوی اور اجماع امت کی رو سے آنحضرت ﷺ بلا استثناء تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے علی الاطلاق خاتم ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی شخص کسی معنی و مفہوم میں بھی نبی نہیں کہلاسکتا اور نہ ہی کوئی شخص آپ کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ سلسلہ نبوت و رسالت کی آخر کڑی ہیں چنانچہ قرآن کریم میں عقیدہ ختم نبوت کو واضح اور غیر مبہم انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد قیامت تک کسی کو عہدہ نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا اور خود آنحضرت ﷺ نے متواتر احادیث میں اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان اس انداز میں فرمایا ہے اور مسئلہ ختم نبوت کی ایسی تشریح کی ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کسی شک و شبہ اور تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

"انہوں نے فرمایا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا مدعی ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ ختم نبوت آنحضرت ﷺ کے لئے اعلیٰ ترین شرف و منزلت اور عظیم الشان اعزاز و اکرام ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کا نبی بن کر آنا آنحضرت ﷺ کی سخت توہین ہے۔"

انہوں نے فرمایا کہ انگریز نے مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنے کی غرض سے مرزا قادیانی سے نبوت و رسالت کا دعویٰ کرایا اور آج فتنہ قادیانیت ایک منظم طریقے سے اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ ان حالات میں ہر مسلمان کا خصوصاً" نوجوانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ انہوں نے فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیت کے کفریہ عقائد کے خلاف پوری دنیا میں مصروف جہاد ہے اور عالمی مجلس نے پوری دنیا میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا علم بلند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے انشاء اللہ دنیا کے ہر حصے میں قادیانیت کے کفریہ عقائد کی قلعی کھل کر رہے گی اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ پوری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرے گی کہ قادیانی ملک وملت کے غدار ہیں۔ ختم نبوت کے باغی اور انسانیت کے غدار ہیں انشاء اللہ پوری دنیا میں قادیانیت کے خلاف مجاہدین ختم نبوت کو فتح نصیب ہوگی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ علاقے کے نوجوانوں نے فتنہ قادیانیت کے خطرناک عزائم سے باخبر ہوتے ہوئے ان کی سرگرمیوں کا نوٹس لینے کے لئے یہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر اور لائبریری کے قیام کا بروقت فیصلہ کیا ہے میں ان نوجوانوں کو اس پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو ہمت کے ساتھ فتنہ مرزائیت کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سے قبل جامعہ دارالعلوم صفہ کے مہتمم اور عالمی مجلس سعید آباد کے امیر مولانا قاری حق نواز تونسوی اور مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری نے بھی خطاب کیا۔

گمبٹ ضلع خیرپور میں قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے

(رپورٹ شفیق احمد مغل) تحصیل گمبٹ اور اس کے گرد ونواح دیہاتوں میں قادیانیوں نے اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کردیا ہے جس سے علاقہ میں شدید تشویش پائی جاتی ہے قادیانی افراد جماعت کی شکل میں مختلف دیہاتوں میں جاتے ہیں اور وہاں پر موجود قادیانی سادہ لوح مسلمانوں کو چائے پارٹی اور دیگر تقریبات کے بہانے جمع کرکے ان پر قادیانیت کے کفریہ عقائد پیش کئے جاتے ہیں اور انہیں مختلف انداز سے لالچ دے کر سرعام قادیانی ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ عالمی مجلس گمبٹ کے رہنماؤں شفیق احمد مغل اور غلام نبی میمن نے قادیانیوں کی ایسی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہوئے قادیانیوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ آئین پاکستان کی پابندی کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد کی تبلیغ سے باز آجائیں بصورت دیگر مجاہدین ختم نبوت تحصیل گمبٹ میں ان کا جینا دوبھر کردیں گے انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے انہیں آئین پاکستان کا پابند بنائے اور قانون کی خلاف ورزی کرکے قادیانیت کے کفریہ عقائد کی تبلیغ کرنے والے افراد کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے تاکہ علاقہ میں کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوسکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۱۷ تا ۲۳ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ
بمطابق ۴ تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء

جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۱۹

REGD. NO. SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

اس شمارے میں

سانحہ ملتان۔ مسلسل غفلت کا نتیجہ ۴
شاہراہ انسانیت کی روشن قندیلیں ۶
ایک فرانسیسی ڈاکٹر کے قبول اسلام کی کہانی ۹
گستاخ رسول کی شرعی سزا ۱۰
موجودہ دہشت گردی اور اسلام ۱۳
قرب قیامت میں نزول عیسیٰ علیہ السلام ۱۸
انگریزوں کا وحشیانہ کردار ۲۲
فلاح کی راہ ۲۵

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین
ارشد دوست محمد

قیمت ۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۴۰ ڈالر امریکی ○ یورپ اور افریقہ ۴۰ ڈالر امریکی
○ متحدہ عرب امارات و انڈیا ۳۰ ڈالر امریکی
چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت ۔ الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۳۳ کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
سہ ماہی ۷۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون 514122 _ 583486
فیکس 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171 - 737 - 8199.

پبلشر: عبدالرحمن باوا ۔ طابع: سید شاہد حسن ۔ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ۔ مقام اشاعت: ۱۰۳ مبارک ہاؤس کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کراچی، میلسی کے واقعات کے بعد...... اب سانحہ ملتان ارباب اقتدار کی مسلسل غفلت کا نتیجہ ہے

گزشتہ ماہ ۱۴ راگست یوم آزادی کے موقع پر کراچی میں سپاہ صحابہ کی طرف سے نکلنے والی شوکت اسلام ریلی پر نامعلوم دہشت گردوں نے اندھادھند فائرنگ کرکے ایک درجن مسلمانوں کو خاک و خون میں نہلا دیا۔ انتظامیہ کی طرف سے بلند دعوؤں اور مجرموں کی نشاندہی کرنے والے کے لئے ۲۰ لاکھ انعام مقرر کرنے کے باوجود تاحال اصل قاتل گرفتار نہ ہوسکے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد پنجاب کے ضلع وہاڑی میں میلسی کے قریب نامعلوم دہشت گردوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور فائرنگ کرکے ڈیڑھ درجن کے قریب افراد کو موت کی نیند سلادیا۔ تاحال اس واقعہ کے بھی اصل مجرم گرفتار نہ ہوئے۔ گذشتہ دنوں اسلام آباد میں سپاہ محمد کے سالار کو گولیوں کا نشانہ بناکے قتل کیا گیا۔ اسی دوران فرقہ وارانہ کشیدگی کے نام سے پاراچنار میں دو فرقوں کے مابین خوفناک جنگ نے ایسی تشویشناک صورتحال اختیار کرلی کہ حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے فوج کو بلایا گیا۔ اسی اثناء میں بہاولپور اور ہارون آباد میں ایک فرقہ کے دو کارکنوں کو سرعام گولی مار کر قتل کیا گیا اب جامع مسجد الخیر ممتاز آباد ملتان کے سانحے نے انتہائی اضطراب انگیز صورت پیدا کردی ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ملتان شہر کے ایک گنجان علاقے ممتاز آباد کی قدیم جامع مسجد الخیر میں فجر کے نماز ادا کرنے والے نمازیوں پر عین نماز کی حالت میں نامعلوم دہشت گردوں نے کلاشنکوفوں سے اندھادھند فائرنگ کرکے پانچ معصوم بچوں سمیت دو درجن نمازیوں کو شہید اور چالیس سے زائد افراد کو شدید زخمی کرڈالا۔ جن میں زیادہ تعداد معصوم بچوں کی ہے جو صبح سویرے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ نماز فجر پڑھانے کے لئے جیسے ہی امام صاحب نے امامت شروع کی وہ ابھی صورۃ فاتحہ کی قرات کررہے تھے کہ خوفناک فائرنگ شروع ہوگئی۔ اور مسلسل تین منٹ تک فائرنگ ہوتی رہی۔ فائرنگ اتنی شدید تھی کہ نمازیوں کے خون سے مسجد رنگین ہوگئی اور پورے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ عینی شاہدوں کے مطابق ملزمان سلیٹی رنگ کی سوزوکی ایف ایکس کار میں آئے جن کی تعداد پانچ تھی۔ ایک ملزم گاڑی کے اندر بیٹھا رہا جبکہ دیگر چار ملزمان مسجد کے مین دروازے سے مسجد میں داخل ہوئے اور نمازیوں پر فائرنگ شروع کردی۔ جاں بحق ہونے والوں کی زیادہ تعداد آخری صف میں کھڑی تھی۔

(روزنامہ "خبریں" لاہور ۲۴ ر ستمبر ۱۹۹۶ء)

اس افسوسناک سانحہ پر تمام سیاسی و سماجی اور مذہبی رہنماؤں نے اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے اسے کھلی دہشت گردی قرار دیا ہے۔ اور اس واقعہ کو ملک دشمن قوتوں کے آلہ کار شرپسند عناصر کی کارروائی قرار دیتے ہوئے اس کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے دہشت گردوں اور سازشی عناصر نے اس واردات پر فرقہ وارانہ چھاپ لگاکر اسے مذہبی منافرت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے حقائق پر پردہ ڈالنے اور حسب معمول اصل مجرموں سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت میں نہ یہ فرقہ وارانہ نوعیت کی واردات ہے اور نہ اس سے قبل اس قسم کی رونما ہونے والی وارداتیں فرقہ وارانہ نوعیت کی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ کوئی مسلمان خواہ کیسا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اس طرح کی ذلیل اور مذموم حرکت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مساجد پر اس انداز سے حملے اور عبادت میں مصروف مسلمانوں پر بلا امتیاز فائرنگ کسی بدترین سے بدترین فرقہ پرست کا بھی کام نہیں ہوسکتا۔ ایسی ذلیل حرکت اور یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر نہ ایمان ہو اور نہ ہی کوئی انسانی جذبہ یقیناً" یہ کسی ایسے خطرناک گروہ کی کارستانی ہے جو ملک و ملت کا باغی۔ اور انسانیت کا دشمن ہے جس نے محدود دنیاوی فوائد کی خاطر اپنے ایمان و ضمیر سمیت ہر چیز کو خیرباد کہہ دیا ہو۔ سانحہ ملتان اور اس نوعیت کی دیگر وارداتوں سے جو بات ہر واردات کے بعد شدت سے محسوس کی جاتی ہے وہ یہ کہ ملک میں حکومت نام کی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ جان بوجھ کر اپنا وجود محسوس کرانا ہی نہیں چاہتی۔ اور اس کا منشاء یہ ہے کہ اس قسم کی بھیانک وارداتوں کا سلسلہ جاری رہے تاکہ وہ اپنے سیاسی مفادات کا الو سیدھا کرتے رہیں۔ اور اس پر حیران کن بات یہ کہ حکمران طبقہ ہر آئے دن نہایت ڈھٹائی کے ساتھ ملک میں امن و امان کی صورت حال تسلی بخش ہے۔ جیسے مضحکہ خیز بیانات اخباروں کی زینت بناکے جگ ہنسائی کا سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم ان کے ذہن میں بدامنی کا کیا مفہوم اور تصور ہے ــــــ کیا جب یہ معاشرہ ہر طرح کے فساد میں مبتلا ہو کر تباہ

برباد ہو جائے گا۔ تب ہمارے حکمران یہ تسلیم کریں گے کہ ملک میں امن و امان کی صورت حال خراب ہے' بہرکیف۔

اس قسم کی وارداتوں کی وجوہات جو بھی ہوں لیکن اس صورت حال کی تمام تر ذمہ داری ارباب اقتدار پر عائد ہوتی ہے جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور ہر واردات کے بعد رسمی بیانات داغنے اور عوام کو طفل تسلیوں اور متاثرین کو رسمی یقین دہانیوں جاں بحق اور زخمی ہونے والوں کے لئے چند ہزار کا اعلان کرنے کے سواء اس قسم کے شرمناک واقعات کی روک تھام اور سدباب کے لئے عملی طور پر کچھ کرنے کو قطعاً" تیار نہیں جس کے نتیجہ میں دہشت گردی کی لہرنے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس بدترین دہشت گردی خوف و ہراس کے سائے تلے بے گناہ شہری اپنی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ اذیت ناک عذاب اپنی جگہ برقرار ہے اور لوگوں کی جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے کی اپنی بنیادی ذمہ داری میں مسلسل ناکام چلی آنے والی حکومت بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ حالانکہ جس قسم کا سنگین اور افسوسناک واقعہ ملتان جیسے شہر کی مسجد میں نماز کی حالت میں مصروف عبادت مسلمانوں کے وحشیانہ قتل و خون کی صورت میں پیش آیا ہے اس نوعیت کے تو ایک ہی واقعہ کے بعد حکمرانوں کو ایسے انتظامات کرلینے چاہئے تھے کہ کوئی بدبخت دوبارہ ایسی واردات کے بارے میں سوچنے کی بھی ہمت نہ کرسکے۔ اے کاش ہمارے ارباب اقتدار اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر ان کا احساس کرسکیں۔

شادی لارج میں قادیانیوں کی سرگرمیاں حالات کو خراب کرنے کی سازش ہیں

گذشتہ دنوں ضلع بدین کے علاقہ شادی لارج کے قریب ریٹائرڈ بریگیڈیر اعجاز احمد قادیانی نے غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کرتے ہوئے سرعام قادیانیت کی کفریہ تبلیغ کے لئے اپنے گاؤں میں جلسے کا انعقاد کیا۔ جس میں متعدد سادہ لوح مسلمانوں کو بھی بلاکر قادیانیت کے کفریہ عقائد کی تبلیغ کی۔ قادیانیوں کے اس جلسہ سے بدین کے ڈاکٹر ظفر احمد اعوان' سلیم احمد' منیر احمد اور کراچی سے عبدالوہاب نامی قادیانی نے قادیانیت کے کفریہ عقائد پر مبنی تقریریں کرکے علاقہ کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے ساتھ ساتھ سرعام اس غیر قانونی حرکت سے حالات کو خراب کرنے کی کوشش کی۔ علاقہ کے مسلمانوں نے مقامی انتظامیہ سے متعلقہ قادیانی افراد کے خلاف مقدمہ درج کرکے قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا تو انتظامیہ نے غیر قانونی حرکت کرنے والے قادیانی افراد کے بجائے احتجاج کرنے والے مسلمانوں میں سے چند ایک کو حراست میں لے کر انہیں ڈرا دھمکا کر خاموش کرنے کی کوشش کی۔ جس سے پورے علاقہ میں مزید اشتعال پھیل گیا۔ علمائے کرام نے حالات کی نزاکت سمجھتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مورخہ ۲۳ر ستمبر کو ایک بھرپور احتجاجی مظاہرے کے ذریعے جلوس کی شکل میں ڈپٹی کمشنر بدین کو جاکر مطالبات پر مبنی ایک یادداشت پیش کی۔ اور قادیانی افراد کو گرفتار کرکے مقدمہ درج کرنے کا کہا۔ چنانچہ انتظامیہ کے اعلیٰ افسران کی طرف سے متعلقہ قادیانی افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی یقین دہانی پر احتجاجی جلوس پرامن طریقہ سے منتشر ہوگیا۔ اس کے بعد بھی اگر انتظامیہ نے مذکورہ قادیانی افراد کے خلاف مقدمہ درج کرکے قانونی کارروائی سے گریز کیا تو پھر یہ جان بوجھ کر انتظامیہ کی طرف سے حالات کو خراب کرنے کی ایک اور کوشش ہوگی۔

اقلیتی ارکان کے بھارت کی خفیہ ایجنسی "را" سے رابطے

ایک اخباری اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ ایک حساس ادارے نے صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری کو ایک رپورٹ پیش کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بعض اقلیتی ارکان کے روابط بھارتی خفیہ ایجنسی "را" سے ہیں۔ جو اسے معلومات فراہم کررہے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بعض غیر مسلم ساہوکاروں نے اپنا کاروبار سمیٹ کر اپنا سرمایہ بھارت منتقل کرنا شروع کردیا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۶ء)

بھارت کی ملک دشمنی اور پاکستان کے وجود کو تسلیم نہ کرنے کی صداقت تو اسی بات سے عیاں ہے کہ قیام پاکستان سے تاحال بھارت نے پاکستان کے خلاف سرعام پروپیگنڈہ مہم سے لے کر وطن عزیز پر تین مرتبہ جنگ مسلط کرنے اور یہاں لسانی' علاقائی' مذہبی عصبیتوں کو ابھارنے منظم تخریب کاری اور دہشت گردی کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لہٰذا اگر یہ رپورٹ درست ہے تو پھر ایسے افراد کے خلاف بلاامتیاز کارروائی کرکے ان اقلیتی ارکان کے چہروں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ۔ ان کی خبر بھی لیں جس پر آج کل حکومت بھارت کی خصوصی نظر التفات ہے۔ اور بھارت کے بہت سے علاقوں میں کفریہ عقائد اور ارتدادی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے حکومت کے تعاون سے جن کے دفاتر و مراکز قائم ہیں۔ اور جو اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ رکھنے کے ساتھ اپنے مردوں کو بھی وطن عزیز میں امانتاً" دفن کرکے۔ بھارت لے جانے کے لئے بڑی بے تابی سے حالات کے بدلنے کا بے سود انتظار کررہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

شاہراہ انسانیت کی روشن قندیلیں

معلم انسانیت ﷺ کے فیضان نبوت سے رشد و ہدایت کی جو شمعیں روشن ہوئیں اور صاحب خلق عظیم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی اقتداء سے جن سعادت مندوں کے قلب و قالب پر صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھا ان کا وجود سراپا خیر و برکت، ان کی زندگی انسانیت کے لئے مایہ فخر اور ان کا نقش پا قافلہ انسانیت کے لئے نشان منزل ہے۔ ان اکابر نے ایثار و قربانی، ہمدردی و خیر خواہی، صبر و شکر، زہد قناعت ورع و تقویٰ اور اعلیٰ انسانی اقدار کا جو بلند معیار قائم کیا۔ اسے "شاہراہ انسانیت کی روشن قندیل" کہئے تو بجا ہے اور ملت مسلمہ کے لئے مینارۂ نور کہئے تو درست

ان مقبولان بارگاہ خداوندی کے متعلق حالات و واقعات کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے اہل اللہ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور ان کے حالات و واقعات ان کی صحبت کا بدل ہیں اور ان کی صحبت بارگاہ قدس میں حاضری، بقول عارف رومی قدس سرہ ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
گو نشیند در حضور اولیاء

وفا و مروّت:

مولانا غلام علی آزادؒ میر سید طیب کے حالات میں لکھتے ہیں: شیخ عبدالحق (محدث) دہلوی قدس سرہ اور حضرت میر طیبؒ کے مابین بڑا گہرا دوستانہ تعلق تھا، شیخ عبدالحقؒ برعایت بزرگی، انہیں "شیخ طیب" کہا کرتے تھے، شیخ عبدالحقؒ پیرانہ سالی کے زمانہ میں کسی کتاب کا درس دے رہے تھے کہ کسی مقام میں شیخ کو تامل ہوا شیخ نے حضرت میر کو یاد کرکے فرمایا: اگر شیخ طیب اس وقت موجود ہوتے تو اس مقام کو آسانی سے حل کر دیتے۔ ادھر شیخ کے منہ سے یہ بات نکلی اور ادھر حضرت میر طیب جو وطن مالوف (بلگرام) سے بقصد دہلی تشریف لارہے تھے۔ کمربستہ شیخ کی خدمت میں پہنچ گئے، شیخ بہت خوش ہوئے، انہیں خوش آمدید کہی اور فرمایا: ہم تو آپ کو یاد ہی کررہے تھے، قصہ بیان فرمایا، کتاب پیش کی گئی، حضرت میر سید طیب نے کتاب ہاتھ میں لے کر قدرے تامل کیا اور پھر "عبارت را چنے خواند کہ مطلب بے آنکہ تقریر کنند خودبخود واضح گشت" عبارت اس انداز سے پڑھی کہ مطلب بغیر تقریر کے آپ سے آپ واضح ہوگیا۔

شیخ نے فرط مسرت میں حاضرین سے فرمایا:
دیکھا ہم نہ کہتے تھے کہ شیخ طیب اس مقام کو باآسانی حل کرسکتے ہیں

مولانا آزاد آگے لکھتے ہیں۔

" شیخ عبدالحق کے صاحبزادے شیخ نورالحق ان دنوں بادشاہ وقت کے اصرار سے دارالحکومت آگرہ میں منصب قضاء پر فائز تھے۔ شیخ عبدالحقؒ نے میر سید طیب سے دریافت کیا:

" کس راستے سے آنا ہوا؟"
"آگرہ کے راستے سے"!
"نورالحق سے بھی ملاقات ہوئی؟"
"جی نہیں، موانع سفر سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔"

ظاہر ہے کہ میر سید اس کے سوا اور کیا عذر کرسکتے تھے۔

شیخ نے فرمایا "بظاہر اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قضا کا مرتکب ہے۔ اس لئے اعراض فرمایا گیا۔ بعدازاں شیخ نے فرزند ارجمند کی شان میں چند توصیفی کلمات فرمائے کہ وہ اگرچہ میرا بیٹا ہے، مگر بے باپ کی جگہ، اگرچہ میرا شاگرد ہے، مگر بجائے استاذ کے ہے اور اگرچہ میرا مرید ہے، مگر بمنزلہ پیر کے سمجھتا ہوں۔"

میر سیدؒ نے اس دوستانہ شکوہ کا کیا اثر لیا۔ وہ خود مولانا آزاد بلگرامی کی زبان سے سنئے۔

"میر سید طیب از پیش شیخ برخاست بعنوانے کہ گویا برائے کمر واکردن می رود۔ و بے اطلاع شیخ ہماطور کربستہ بہ رجع القہقری راہ آگرہ گرفت و با شیخ نورالحق ملاقات کردہ برگشت۔ شیخ عبدالحق از حسن خلق میر خیلے خوشنود گردید و معذرتہا بر زبان آورد۔" (مآثر الکرام ص ۳۹)

ترجمہ : میر سید طیب شیخ کے پاس سے یوں اٹھے گویا کمر جو باندھ رکھی تھی۔ اسے کھولنے جارہے ہیں اور شیخ کو اطلاع کئے بغیر اسی طرح کمر بندھی بندھائی الٹے پاؤں آگرہ کی راہ لی اور شیخ نورالحق سے ملاقات کرکے واپس آئے۔

شیخ عبدالحقؒ حضرت میرؒ کے حسن اخلاق سے بہت خوش ہوئے اور دیر تک معذرت کرتے

رہے۔

گھر کی بات بازار میں:

انہی میر سید طیب قدس سرہ کے تذکرے میں مولانا غلام علی آزادؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک بزرگ میر سیدؒ کی مشتاقانہ زیارت کو آئے' دوران گفتگو "مشکلے از مسائل توحید پرسید" (مسائل توحید کا کوئی نازک مسئلہ پوچھ بیٹھے) مگر حضرت میر طرح دے گئے اور بانداز تجاہل فرمایا' مجھے اس مسئلے کی خبر نہیں۔ اور اس امر کی مطلق پروا نہیں کی کہ لوگوں کے حسن عقیدت کو ٹھیس پہنچے گی۔ یا کوتاہ علمی کا یہ اعتراف لوگوں کی نظر سے انہیں گرادے گا۔ بہرحال مجلس ختم ہوئی اور خلوت میسر آئی تو حضرت میرؒ نے مہمان سائل سے فرمایا۔ "گھر کی بات بازار میں نہیں کہا کرتے' ہاں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" (مآثر الکرام ص ۴۶)

اشراف نفس:

مولانا غلام علی آزادؒ رحمتہ اللہ علیہ۔ میر سید مبارک محدث بلگرامی قدس سرہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ استاذ المتقین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت میر (سید مبارکؒ) کی خدمت میں باریاب ہوا' وضو کے ارادے سے اٹھے تھے کہ اچانک زمین پر گر گئے۔ میں اٹھ کر پاس گیا کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو بتانے سے گریز فرمایا۔ بالآخر بڑے اصرار کے بعد فرمایا کہ تین دن سے کسی قسم کی کوئی غذا حلق سے نیچے نہیں اتری۔ ان تین دنوں میں نہ کسی سے اس فاقہ مستی کا اظہار کیا نہ قرض لیا۔ مجھ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ وہاں سے فوراً" اپنے مکان پر پہنچا اور نہایت عمدہ کھانا جو حضرتؒ کو مرغوب تھا' تیار کیا اور لے کر حاضر خدمت ہوا' پہلے تو بہت ہی مسرت و بشاشت کا اظہار فرمایا اور بڑی دعائیں دیں۔ بعدازاں فرمایا: اگر تمہیں ناگوار نہ ہو تو ایک بات کہوں' عرض کیا ضرور۔

فرمایا: ایسے کھانے کا نام فقراء کی اصطلاح میں "طعام اشراف" ہے۔ ہرچند کہ فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور شریعت میں تین دن کے بعد تو مردار بھی حلال ہے۔ مگر طریقہ فقراء میں "طعام اشراف" کا کھانا جائز نہیں۔

میں نے حضرت کا یہ ارشاد سنا تو بغیر کسی رد و قدح اور چون و چرا کے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کھانا اٹھا کر باہر لے آیا' تھوڑی دیر توقف کے بعد کھانا لے کر پھر حاضر ہوگیا اور عرض کیا کہ جب بندہ اس کھانے کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ تو کیا حضرت کو یہ توقع تھی کہ دوبارہ واپس لائے گا؟ فرمایا: نہیں' عرض کیا: اب تو یہ حضرت کی توقع کے بغیر آیا ہے' اس لئے "طعام اشراف" نہیں رہا۔ حضرت میرؒ اس تاویل سے بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے عجیب فراست سے کام لیا' چنانچہ اس کھانے کو بہ رغبت تمام تناول فرمایا۔ (مآثر الکرام ص ۸۸۔۸۹)

فائدہ : اشراف کے معنے ہیں کسی چیز کو اوپر سے جھانک کر دیکھنا' اور جب کسی چیز کے حصول کو دل للچائے' یا کسی شخص سے کسی چیز کے حاصل ہونے کی توقع ہو تو اس کو "اشراف نفس" کہتے ہیں' اور یہ اصطلاح مندرجہ ذیل احادیث سے لی گئی ہے۔

" حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دست سوال دراز کیا۔ آپ ﷺ نے مجھے مال عطا کردیا' میں نے دوبارہ سوال کیا' پھر عطا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا " اے حکیم! یہ مال بڑا سرسبز' دل فریب اور شیریں ہے جو شخص اس کو سیرچشمی کے ساتھ لے' اس کے لئے تو اس مال میں برکت ہوگی' اور جو نفس کی حرص و طمع (اشراف نفس) کے ساتھ لے' اس کے لئے مال میں کبھی برکت نہ ہوگی اور اس کی حالت جوع البقر کے اس مریض کی ہے' جو کھاتا جائے' مگر پیٹ نہ بھرے اور اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے (یعنی لینے والے سے)۔" (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مجھے مال کا کچھ عطیہ دیتے۔ تو میں عرض کرتا کہ کسی ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو' آپ ﷺ نے فرمایا: کیا حرج ہے' اس کو لے لو' اپنے پاس رکھو اور صدقہ خیرات کرو۔ (بعدازاں آنحضرت ﷺ نے ایک اصولی ضابطہ بیان فرمایا کہ) جو مال بغیر طمع نفس اور سوال کے تیرے پاس آجائے' اس کو لے لیا کرو اور جو اس شرط پر پورا نہ اترے' اس کے پیچھے رال نہ ٹپکاؤ۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۶۲)

ان احادیث میں تصریح فرمائی گئی ہے کہ جس طرح بغیر ضرورت و اضطرار کے سوال کرنا جائز نہیں' اسی طرح کسی کی چیز پر نظر رکھنا' اس کے حصول کی حرص اور طمع رکھنا بھی ناپسندیدہ ہے اور اس طرح جو مال حاصل ہو' وہ کبھی خیروبرکت کا موجب نہیں ہوتا' اس سے نفس کو تسکین نہیں ہوتی بلکہ اس کی جوع البقر میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ الغرض شریعت میں زبان کا سوال جس طرح ناجائز ہے' اسی طرح دل کا سوال بھی مکروہ ہے اسی کو " اشراف نفس" کہتے ہیں' جس سے بچنے کا اہل اللہ کے یہاں خاص اہتمام ہے۔

ایک پیسہ اور دو کام:

میر سید مبارک محدث بلگرامی قدس سرہ ہی کا ایک اور واقعہ مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ موصوف نے اپنے قدیم محلہ "سیدواڑہ" سے ترک سکونت کرکے شہر کی مشرقی جانب ایک میدان میں سکونت اختیار کرلی تھی' وہاں رعایا آباد کی' مسجد بنوائی' رہائشی مکانات

بنوائے اور چوروں اور درندوں سے حفاظت کے لئے آبادی کے گرد پختہ دیوار بنوائی۔ اس بستی میں بیشتر نوراہانوں کو آباد کیا' کیونکہ وہ اکثر دیندار اور نمازی ہوتے ہیں' اور تمام آباد کاروں کے لئے قانون مقرر کردیا کہ پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کیا کریں۔ ایک جولاہے نے عذر کیا کہ میں پنج و تہ حاضری سے معذور ہوں' میر رحمتہ اللہ علیہ نے وجہ دریافت کی تو جولاہا' بولا' جتنی دیر نماز کو جاتا ہوں' کام میں حرج ہوتا ہے اور اجرت میں نقصان ...... حضرت میرؒ نے پوچھا کہ روزانہ نماز کے وقت کام بند رہنے سے کتنی کمی واقع ہوجاتی ہے جواب دیا' کہ ایک پیسہ: حضرت میرؒ نے فرمایا' ایک پیسہ ہم سے لے لیا کرو مگر نماز پڑھا کرو اس نے قبول کرلیا۔

ایک روز یہ جولاہا مسجد میں آیا اور وضو کئے بغیر نماز میں کھڑا ہوگیا' حضرت میرؒ نے ڈانٹا کہ بغیر وضو کے نماز پڑھتے ہو؟۔ جواب دیا ایک پیسے میں دو کام نہیں ہوسکتے کہ وضو بھی کروں اور نماز بھی پڑھوں۔ حضرت کو بے اختیار ہنسی آئی اور وضو کے لئے مزید ایک پیسے کا اضافہ فرمادیا۔

دعوت و تبلیغ کا ایک اہم اصول:

یہ تو خیر ایک لطیفہ ہوا' مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ مولانا آزادؒ نے آگے لکھا ہے رفتہ رفتہ جائک را رغبت دلی در نماز بہم رسید' و از تقاضائے اجرت درگزشت۔ (مآثر الکرام ص ۹۷)

یعنی وہ مسکین جولاہا جو نماز کے علاوہ وضو کے لئے الگ پیسے کا مطالبہ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ظاہر کا اثر اس کے باطن پر ہوا' نماز اس کے قالب سے قلب تک پہنچ گئی' اور جو نماز صرف ایک پیسے کے لالچ میں پڑھی جارہی تھی وہی بالآخر دلی رغبت کے ساتھ ادا ہونے لگی' اور یوں اس کے اجر و مزدوری کا معاملہ بجائے میر صاحب کے براہ راست اس ذات عالی سے طے ہوگیا' جس کی نماز پڑھانا مقصود تھی۔

بظاہر جو نماز ایک پیسے کے بدلے پڑھی پڑھائی گئی وہ ایک پیسے کی بھی نہیں تھی لیکن شروع ہی سے اسے یہ مسئلہ سمجھایا جاتا تو بعید نہیں' وہ تمام عمر نماز سے محروم رہتا۔ مگر حضرت میر قدس سرہ نے حکیمانہ تدریج سے اسے نماز کا عادی بنادیا۔ اس تدریجی حکمت سے کم ہمتوں کی ہمت بڑھانا اور بے راہوں کو راہ پر ڈالنا اسوہ نبوت ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بنو ثقیف کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسلام لانے کے لئے یہ شرط رکھی کہ نہ تو انہیں کبھی جہاد کے لئے بلایا جائے گا' نہ ان سے زکوۃ و عشر لیا جائے گا اور نہ انہیں نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں جہاد و عشر کی معافی دی جاتی ہے' رہی نماز تو اس کی معافی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس دین میں ذرا بھی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو

(فانہ لاخیر فی دین لارکوع فیہ)

دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاد و عشر کی معافی کی شرط پر ان کا اسلام قبول فرمایا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں تو خودبخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کیا کریں گے۔

(ابوداؤد ص ۴۶۸)

مولانا بدر عالم نور اللہ مرقدہ پہلی روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"امام موصوف (خطابی) کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوۃ کا استثناء بھی یہاں صرف صورۃ تھا' کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا' زکوۃ بھی نصاب اور حولان حول پر موقوف ہوتی ہے' اس لئے سردست ان کو ان دونوں سے سبکدوش کیا جاسکتا تھا' رہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی' جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے' اس کا استثناء کسی کے حق میں گوارا نہیں کیا جاسکتا' نیز اس وفد ثقیف کے متعلق آپ ﷺ کو یہ یقین حاصل ہوچکا تھا کہ آئندہ چل کر وہ اپنے شوق سے صدقہ بھی کریں گے اور جہاد بھی کریں گے' ایسی صورت میں ان کے ساتھ لفظی مناقشہ کرنا غیر مناسب تھا۔" (معالم السنن ج ۳' ص ۳۵)

اور دوسری روایت کے تحت لکھتے ہیں۔

"اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اصل مقاصد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے' اور لفظی مناقشات کرنا نامناسب ہے' بعض مرتبہ صرف لفظی گرفتوں سے اصل مقاصد ہی فوت ہوجاتے ہیں۔"

(ترجمان السنہ ج ۲' ص ۸۰)

اسی نوعیت کی ایک اور حدیث ابوداؤد' مسند احمد اور مستدرک حاکم میں بالفاظ مختلفہ مروی ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں نماز' روزہ اور شرائع اسلام کی تعلیم فرمائی اور نماز پنجگانہ کی محافظت کا حکم فرمایا' انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ میں ان اوقات میں کچھ زیادہ ہی مشغول ہوتا ہوں۔ بس کوئی جامع بات' جو کافی و شافی ہو' مجھے بتادیجئے' فرمایا' بہت اچھا "عصرین" کی پابندی کیا کرو' یہ لفظ انہوں نے پہلی بار سنا تھا' عرض کیا یا رسول اللہ "عصرین" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز۔

(ابوداؤد ص ۶۱' ترجمان السنہ ص ۱۳۶)

اس حدیث پر اشکال کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے بجائے ان صاحب کو فجر اور عصر کی پابندی کا حکم کیسے فرمایا؟ علماء نے اس حدیث پر متعدد پہلوؤں سے کلام کیا ہے۔ مگر سب سے آسان سی بات وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے تدریجی حکمت کو اس میں ملحوظ رکھا ہے' آپ نے جب انہیں پنج تہ نماز

کی کامل نگہداشت کا حکم فرمایا اور انہوں نے ان اوقات میں اپنی شدید مصروفیت کا عذر کیا' جس کا مطلب یہ تھا کہ مصروفیت کی بناء پر کبھی دیر سویر ہوگئی تو وعدہ شکنی ہوگی' اس لئے کوئی ایسی جامع بات بتایئے: جس کو پورے طور پر نبھاسکوں اور وعدہ خلافی نہ ہو۔ آپ ﷺ کی جگہ کوئی اور مبلغ ہوتا تو بگڑ کر کہتا کہ بندہ خدا! ایسی مصروفیت کونسی ہے جو نماز سے زیادہ اہم ہو؟ مگر نہیں! آپ ﷺ نے (میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں) ان کے اس عذر پر جرح کرنا خلاف حکمت سمجھا۔ اور اس کے بجائے انہیں "عصرین" کی پابندی کا حکم فرمایا مگر جانے والے جانتے ہیں کہ ان دو نمازوں کو اگر ٹھیک وقت پر مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا التزام کرلیا جائے (اسی کو محافظت کہتے ہیں) تو باقی تین نمازوں کی محافظت کچھ بھی مشکل نہیں رہتی گویا " عصرین" کی پابندی کا حکم بجائے خود پنجوقتہ کی پابندی کی تمہید یا اس کا پہلا زینہ تھا اور آپ ﷺ ایک ایسے نو مسلم کو' جو ابھی چند لمحے پہلے اسلام سے آشنا ہوا' اسی تدریجی سیڑھی کے ذریعے اسلام کی آخری بلندی اور اس کی انتہائی معراج تک لے جانا چاہتے تھے۔

○

ایک فرانسیسی ڈاکٹر کے قبول اسلام کی کہانی' خود اپنی زبانی

ایک فرانسیسی ڈاکٹر سمندری جہاز میں سفر کر رہا تھا۔ اچانک مصر کے پاس اپنا سفر منقطع کرکے وہ ایک عالم کے پاس پہنچا۔ اور مسلمان ہوگیا۔

یہ ڈاکٹر فریلیہ جو پیرس کے ایک کامیاب پریکٹیشنر ہونے کے علاوہ فرانسیسی پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ پارلیمنٹ سے الگ ہوئے اور پیرس کی سکونت ترک کرکے فرانس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں سکونت اختیار کرلی اور خدمت خلق میں مشغول ہوگئے۔

محمود بے مصری نے ان سے ان کے مکان پر مل کر ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کیا۔

"قرآن کی ایک آیت" ڈاکٹر فریلیہ نے جواب دیا۔

"کیا آپ نے مسلمان عالم سے قرآن پڑھا ہے؟"

"نہیں! میری اب تک کسی مسلمان عالم سے ملاقات نہیں ہوئی"

"پھر یہ واقعہ کیونکر پیش آیا؟"

ڈاکٹر فریلیہ نے جواب دیا "مجھے اکثر سمندری سفروں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے' میری زندگی کا بڑا حصہ پانی اور آسمان کے درمیان بسر ہوا ہے۔ اسی طرح کے ایک سفر میں ایک بار مجھے قرآن کا ایک فرانسیسی ترجمہ ملا یہ موسیو ساقاری کا ترجمہ تھا میں نے اسے کھولا تو سورہ نور کی ایک آیت سامنے تھی جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اوکظلمت .... فمالہ من نور○

(سورہ نور آیت ۴۰)

جیسے اندھیرا گہرے سمندر میں اس کو ڈھانپ لیا ہو موج نے۔ لہر کے اوپر لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے پر اندھیرا اس حالت میں ایک شخص اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ وہ اس کو دیکھ سکے اور جس کو خدا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔"

میں نے اس آیت کو نہایت دلچسپی سے پڑھا جس میں سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقعیت سے بے حد متاثر ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ محمد ﷺ ضرور ایک ایسے شخص ہوں گے جن کے رات اور دن میری طرح سمندری سفروں میں گزرے ہوں گے پھر بھی مجھے حیرت تھی کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی' بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بدحواسی کو دیکھ رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اتنے کم الفاظ میں اتنے کامیاب طور پر خطرات کی تصویر کشی نہیں کرسکتا ہے۔

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمد عربی ﷺ محض امی تھے اور انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہوگیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے اس کے بعد میرے لئے اس کے سوا کچھ چارہ نہیں تھا کہ میں مسلمان ہوجاؤں۔ (بشکریہ ہفتہ روزہ الجمعیت)

○

محترم حافظ محمد ثانی

گستاخ رسول کی شرعی سزا

ایک تاریخی اور تحقیقی جائزہ

گستاخ رسول ﷺ کی کسی صورت میں معافی نہیں۔ اہانت رسول ﷺ اتنا شدید جرم ہے کہ جس کی معافی کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ فتح مکہ کا تاریخ ساز واقعہ جو ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بمطابق ۶۲۹، ۶۳۰ء میں وقوع پذیر ہوا۔ پیغمبر رحمت محسن انسانیت ﷺ کے عفو عام اور مثالی ایثار و رواداری کا ایسا ثبوت ہے جس کی نظیر تاریخ عالم کا کوئی صفحہ پیش نہیں کرسکتا' لیکن اس موقع پر بھی اگر مباح الدم ہے تو وہ شاتم رسول' اگر واجب القتل ہے تو گستاخ رسول۔ جبکہ آپ ﷺ کو اپنے دشمنوں پر کامل اقتیار اور اقتدار حاصل تھا' جب صحن کعبہ میں اسلام' پیغمبر اسلام اور جانثاران اسلام کے دشمن گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے' جنہوں نے جگر گوشہ رسول ﷺ کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا تھا' جنہوں نے داعی اسلام کے سر مبارک کو شانہ مقدس سے جدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا' جنہوں نے آپ ﷺ کے چچا کا کلیجہ دانتوں سے چبایا تھا' جن کے دل و دماغ کی تمام صلاحیتیں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف ہوتی تھیں' اس موقع کی جو مرقع آرائی مشہور سیرت نگار علامہ شبلی نے کی ہے وہ ان کی نثر نگاری کے محاکات کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب کے پیش رو تھے وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کردیا کرتے تھے' وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی' وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینے کی دیواروں سے آ' آکر ٹکراتا تھا' وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہر لگایا کرتے تھے۔ رحمت عالم نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجے میں پوچھا' تمہیں کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ لوگ اگرچہ ظالم تھے شقی تھے۔ بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے' پکار اٹھے' تو شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہے۔ ارشاد ہوا تم پر کچھ الزام نہیں' جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

(سیرت النبی ﷺ ۱/ ۴۷۵)

لیکن اس تاریخ ساز ایثار و رواداری' عفو و درگزر اور مثالی رحم و کرم کے موقع پر بھی پیغمبر رحمت ﷺ محسن انسانیت ﷺ اہانت رسول ﷺ کے مرتکبین کے ناپاک خون کو مباح الدم قرار دیتے ہوئے ان کی گردن زنی کا حکم فرماتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو امان دی' مگر چار افراد جو اہانت رسول ﷺ کے مرتکب اور شاتمین رسول تھے' انہیں اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے واجب القتل قرار دیا گیا۔ جن میں عبدالعزیٰ بن خطل' مقیس بن سبابہ' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' اور سارہ نامی عورت شامل تھی۔

(مجمع الزوائد ۶/ ۱۶۷)

غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسالت کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم خود رسالت مآب ﷺ نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور ﷺ سے عرض کیا' حضور ﷺ! آپ ﷺ کی شان میں توہین کا مرتکب ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اقتلوہ (اسے قتل کردو)

(صحیح بخاری جلد اول ص ۲۴۹ جلد دوم ص ۶۱۳)

عبداللہ بن خطل مرتد تھا ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کئے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور ﷺ کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام' مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

([illegible])

تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۵ سی "نبی اکرم ﷺ کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال" کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کے لئے سزائے موت کا قانون ان دنوں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم حلقے یہ تاثر دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں کہ اس قانون کو غیر مسلموں کے لئے استعمال کیا جائے گا اور وہ اس سے زیادہ متاثر ہوں گے۔ مزید یہ کہ یہ قانون مسیحی برادری کے لئے ننگی تلوار ہے۔ جبکہ دوسری طرف نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیمیں ان معترض حلقوں کے دوش بدوش دفعہ "۲۹۵سی" کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اس کے خاتمے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہی ہیں۔

دفعہ "۲۹۵ سی" درحقیقت غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ اور ان کی بقاء کی علامت ہے' اس لئے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ کے لئے آئینی راہ نہ اپنائی جائے تو غیر مسلم اقلیتوں کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ شان رسالت ﷺ میں گستاخی کے مرتکبین کی سرکوبی اور ان کی دریدہ دہنی پر شمع رسالت ﷺ کے پروانے ان کی گردن زنی اور انہیں واصل جہنم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ اس دفعہ کی رو سے انہیں آئینی تحفظ فراہم ہوتا ہے۔ وہ اپنے خلاف الزامات کی تردید اور اپنی صفائی میں دلائل کی راہ اپنا کر بے گناہی ثابت کر سکتے ہیں۔

انسانی حقوق کی تنظیم اگر واقعی حقوق انسانی کی ترجمان اور نمائندہ ہے اور اپنے نعرے میں مخلص ہے تو اسے توہین رسالت ﷺ کے قانون کو انسانی حقوق کی راہ میں رکاوٹ یا اسے امتیازی نہیں گرداننا چاہئے' اس لئے کہ عصمت انبیاء اور شان رسالت ﷺ کا تحفظ کروڑوں اور اربوں انسانوں کا مسئلہ ہے جس میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ہم صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے علمبردار ہی نہیں بلکہ ہم تمام انبیاء بشمول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی عزت و توقیر اور ان کی عصمت و عفت کے تحفظ کے علمبردار ہیں۔ ہمارے ایمان کے مطابق تمام انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کا مرتکب مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس میں مسلمان یا غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں۔ اگر کوئی بد طینت مسلمان بھی شان رسالت ﷺ میں توہین و تنقیص کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ فوراً خارج از اسلام اور مرتد ہو کر گردن زنی کا مستحق قرار پاتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ اس قانون سے غیر مسلم زیادہ متاثر ہوں گے یا یہ کہ یہ قانون مسیحی برادری کے لئے ننگی تلوار ہے' سراسر غلط سوچ پر مبنی ہے۔

تاہم اس ضمن میں مسیحی برادری کے ترجمان معروف مسیحی جریدے "کلام حق" کی یہ حق بیانی مسیحی برادری کی ترجمانی اور ان کے شکوک و شبہات کے ازالے کے لئے کافی ہے۔

"ہم مسیحی قوم تعزیرات پاکستان دفعہ "۲۹۵سی" یعنی گستاخ رسول ﷺ کے مخالف نہیں۔ ہم صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ جو مسیحی اس الزام کے تحت پابند سلاسل ہیں یا آئندہ ہوں گے' ان کے لئے ایک خصوصی عدالتی کمیشن بنایا جائے جس کا سربراہ ہائی کورٹ کا جج ہو۔ مسلمان اور مسیحی یا صوبائی نمائندے مقامی انتظامیہ اور دونوں پارٹیاں مل کر غیر جانبدار تحقیقات کریں اور اگر ملزم واقعی مجرم ہے تو اس کو قانون کے مطابق سزا دی جائے بصورت دیگر رہا کیا جائے۔"

(بحوالہ "کلام حق" گوجرانوالہ مارچ ۱۹۹۴ء ص ۱۳)

اسلامی ریاست اور غیر مسلم

ملک کی غیر مسلم اقلیتوں کو شکوک و شبہات میں گھرا نہیں ہونا چاہئے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلامی ریاست کا غیر مسلم باشندہ بھی انہی مراعات اور حقوق کا حقدار ہے جس کا مسلمان حقدار ہے۔ اسلام غیر مسلم کو وہی حقوق اور تحفظ فراہم کرتا ہے جو مسلمان کو حاصل ہیں۔ اس سلسلے میں غیر مسلم کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعصب یا امتیاز سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا۔ غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا۔ ان کو آپ ﷺ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخ میں محفوظ ہیں جن کو ہم بعینہ نقل کر رہے ہیں:

ترجمہ: نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں' ان کا مذہب' ان کی زمینوں کا سامان' ان کے حاضر و غائب' ان کے قافلے' ان کے قاصد' ان کی مورتیاں' اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی۔ اور نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے' کوئی راہب اپنی رہبانیت سے' کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا۔ اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے' اسی طرح رہے گا۔۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی۔ نہ ان پر عشر لگایا جائے گا۔ اور نہ اسلامی فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی۔ ان میں جو شخص اپنے حق کا مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہو گا۔ ان میں سے جو سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے' اس کے الفاظ کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو۔ جب تک وہ

مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کیے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۷۲)

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمی (اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندہ) اہل کتاب کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے معاملہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ذمی کے عہدہ کو پورا کرنے کی زیادہ ذمہ داری ہے اور مسلمان کو قصاص میں قتل کر دیا۔

(بیہقی ۸/۳۰)

خلفائے راشدین اور دیگر مسلم حکمرانوں کے عہد میں بھی اس قسم کی لاتعداد نظائر ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں معروف یورپین غیر مسلم دانشور پروفیسر ڈبلیو آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلامی (The Preaching of Islam) میں تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بھی غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ اور ان کے حقوق و مراعات کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں خصوصی ضمانتیں فراہم کی گئی ہیں جن میں متعلقہ دفعات درج ذیل ہیں۔ آرٹیکل ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۲ میں یہ دفعات شامل ہیں۔

بائبل میں گستاخ رسول کی سزا

حضرت داؤد علیہ السلام کا نبی اللہ ہونا انجیل سے ثابت ہے (عبرانیوں ۱۱:۳۲) معون کے رہنے والے نابال نامی ایک شخص نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق گستاخانہ الفاظ ادا کئے کہ داؤد کون ہے اور لیسی کا بیٹا کون ہے؟ اس کی خبر جب داؤد نبی کو ہوئی تو زبان نبوت سے شاتم رسول کے لئے قتل کے احکامات یوں صادر ہوئے:

"تب داؤد نے اپنے لوگوں سے کہا اپنی تلوار باندھ لو اسو ہر ایک نے اپنی تلوار باندھی اور داؤد نے بھی اپنی تلوار حمائل کی۔ سو تقریباً" چار سو جوان داؤد کے پیچھے چلے۔ (ا۔ سموئیل ۵ تا ۱۳)

کس طرح گستاخ رسول نابال کی بیوی ابیجیل کو خبر ہوگئی کہ اس کا شوہر گستاخ رسول ہے اور زبان نبوت سے اس کے لئے سزائے موت کا حکم صادر ہوا ہے۔ تو اس عورت نے بہت منت سماجت کرکے حضرت داؤد کو نابال کے قتل سے روک لیا' لیکن خدا نے نابال کو دس دن کے اندر اندر مار دیا کیونکہ خدا کو ایک شاتم رسول کی زندگی ہرگز گوارا نہیں۔ (ا... سموئیل ۲۵ تا ۳۸)

مسئلہ عصمت انبیاء

امام قرطبی اپنی معرکتہ الاراء تفسیر قرطبی میں مسئلہ عصمت انبیاء پر رقم طراز ہیں! آئمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔

○ ارشاد ربانی ہے آپ کہہ دیجئے اطاعت کرو اللہ اور رسول کی پھر اگر اعراض کریں تو اللہ پسند نہیں کرتا کافروں کو۔ (آل عمران ۳۲)

○ اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لئے آگ ہے دوزخ کی' وہاں ہمیشہ رہے گا۔ (الجن ۲۳)

○ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح اور کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب ۳۴)

○ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی' اور ڈال دیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔ (النساء ۱۱۵)

فرمان نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسالتمآب ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری سب امت بہشت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے قبول نہ کیا اور سرکشی کی۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون شخص ہے جس نے قبول نہ کیا اور سرکشی کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بلاشبہ اس نے قبول نہ کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح بخاری)

توہین رسالت کا مرتکب کافر و مرتد

ارشاد ربانی ہے!

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم ٹھٹھہ کرتے تھے۔ بہانے مت بناؤ۔ تم نے کفر کیا ہے بعد ایمان ظاہر کرنے کے۔ (سورہ توبہ آیت ۶۵-۶۶)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں معروف مفسر قرآن علامہ آلوسیؒ اپنی متداول تفسیر "روح المعانی" میں رقم طراز ہیں:

"تم نے کفر ظاہر کیا ہے رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے اور آپ کی شان میں طعنہ زنی سے۔ مذکورہ آیت کے نزول کا تعلق غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی شان میں اس گستاخی سے ہے جس کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا تھا وہ تو بس کان ہیں۔" نعوذ باللہ

(اس واقعہ کی تفصیل تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ جلد ۴ / ص ۴۱۹ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

یعنی جو کچھ دوسروں سے سنتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں اگر ہماری سازش طشت ازبام ہو بھی گئی تو پھر ہم قسم کھا کر اپنی برائت کا یقین

باقی صفحہ ۱۷ پر

قسط نمبر ۲

پروفیسر حافظ عبدالرزاق

موجودہ دہشت گردی اور اسلام

اخلاقی دہشت گردی

اخلاق' انسانیت کا اصل سرمایہ اور انسان کی حقیقی دولت ہے۔ اخلاق کی دو قسمیں ہیں اول بنیادی انسانی اخلاق دوئم اسلامی اخلاق۔ یہ دوسری قسم انسانیت کی معراج ہے اسی کو اخلاق حسنہ کہتے ہیں اور اس کا بہترین نمونہ اللہ کریم نے اپنے آخری رسول ﷺ کو قرار دیا ہے بلکہ آپ ﷺ کا تعارف ہی اسی وصف سے کرایا ہے کہ انک لعلی خلق عظیم اور رہتی دنیا تک ہدایت فرمائی کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ اخلاق حسنہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کا معاملہ اپنے خالق سے کھرا ہو پھر اس کی مخلوق سے کھرا ہو پھر اپنی ذات سے کھرا ہو۔ اسلام میں ان کے اصطلاحی نام حقوق اللہ' حقوق العباد اور حقوق النفس ہیں۔

معاملے کا کھرا پن اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے جس آدمی کا معاملہ اپنی ذات سے کھرا نہ ہو اس کا معاملہ نہ مخلوق سے کھرا ہو سکتا ہے نہ خالق سے۔ اس لئے قرآن کریم نے اپنی ذات کے ساتھ معاملہ کھرا رکھنے پر بڑا زور دیا ہے۔

اس معاملے کا بگاڑ اس وقت شروع ہوتا ہے جب انسان خواہشات کا بندہ بن جائے اور خواہش پرستی کو زندگی کا مقصد بنالے اور خواہش پرستی میں جو فرد یا قوم جنسی آوارگی کا شکار ہوتی ہے اس کی لغت سے اخلاقی قدریں ہی نہیں بلکہ اخلاق کا لفظ ہی خارج ہو جاتا ہے۔

ہمارے ہاں اخلاقی دہشت گردی کا آغاز اسی جنسی آوارگی سے ہوا ہے' اور اس دہشت گردی میں قومی پریس' قومی ذرائع ابلاغ' ٹی وی اور سینما نے باہمی تعاون کے ساتھ حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں۔

قومی پریس کو لیجئے۔ کچھ عرصہ سے یہ معمول بن گیا ہے کہ ہر روزنامہ کے پہلے دو ورق رنگین اور عریاں تصاویر سے مزین ہوتے ہیں جن میں جوانوں کے سفلی جذبات کو ابھارنے کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے اور آبرو باختہ عورتوں کی زیادہ سے زیادہ ننگی تصاویر دے کر دعوت گناہ کا مکمل انتظام ہوتا ہے۔ دوپٹہ تو مدت ہوئی "رخصت" ہو گیا' بالوں کے ویرانوں کی نمائش ہوتی ہے پھر اس تصویر کے ساتھ اس کے ملفوظات بھی ہوتے ہیں جو اخلاقی جواہر ریزے ہوتے ہیں۔ جیسے!

ا۔ دوسرے شعبوں کی طرح ایکٹنگ بھی ایک پیشہ ہے ہم اس سے روزی کماتے ہیں۔ روزی کمانے سے کوئی عبادت مکروہ نہیں ہوتی۔ (ثمینہ پیرزادہ۔ جنگ ۲۶' اپریل ۸۸ء)

یہ فتویٰ ہے جو پیر خانے سے آیا ہے اب اس بازار کے باسی خوش ہو جائیں۔

۲۔ روزہ رکھ کر اداکاری میں حصہ لینے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ دوسرا فتویٰ ہے۔ (کوکب ڈار۔ حوالہ بالا)

۳۔ روزے فرض ہیں اور ہمارا کام بھی ہمارے نزدیک مقدم ہے۔ (دردانہ رحمٰن۔ حوالہ بالا)

۴۔ اداکاری ہمارا پروفیشن ہے۔ ہم اسے مزدوری سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں اس میں ہمیں اپنا خون جگر جلانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے کام کو کسی معزز پیشہ سے کم تر نہیں سمجھتے۔ (بابرا شریف) یہ مفتی اعظم کا فتویٰ ہے۔

کبھی کبھی ایسے قیمتی فتووں کے ساتھ ساتھ بڑی قیمتی خبریں شائع ہوتی ہیں۔

ا۔۔ دوبارہ "مشکلاں دی منڈی" نہیں لگاؤں گی۔ (شاہدہ منی) (نوائے وقت ۲۱ فروری ۹۳ء)

۲۔۔ مجھے بوسیدہ کپڑوں کی سوندھی سوندھی مہک اچھی لگتی ہے۔ پختہ اور معمر مرد زیادہ پسند ہیں۔ (مادھوری ڈکشٹ) نوائے وقت ۲۳' جنوری ۹۳ء)

۳۔۔ خدا نظر بد سے بچائے میں اپنی زلفوں کا بیمہ کراؤں گی۔ (کوبج نوائے وقت ۲۹' جنوری ۹۳ء)

۴۔۔ عامر خاں بہت تنگ کرتا ہے لوکا ٹاپ لڑکی ہوں۔ (رویناٹنڈن نوائے وقت ۲۲ فروری ۹۳ء)

۵۔۔ رقص کے بغیر اداکاری مکمل نہیں۔ (حنا شاہین جنگ ۲۲ فروری ۹۳ء)

۶۔۔ فلم کا سمندر عبور کر کے بھی فن کی پیاس باقی ہے۔ (رانی جنگ ۲۵ فروری ۹۳ء)

۷۔۔ آج بھی فلم انڈسٹری پر راج کر سکتی ہوں۔ پرستار میرے دیوانے ہیں۔ (نشو نوائے وقت ۱ مارچ ۹۳ء)

۸۔۔ فلموں میں دوبارہ آنے کا فیصلہ میرا نہیں میرے پرستاروں کا ہے۔ (نشو جنگ ۱ مارچ ۹۳ء)

دیکھ لیجئے اس اسلامی جمہوریہ میں مسلمانوں کو کہاں پہنچا دیا گیا ہے۔

ایک روز جنگ میں یہ خبر پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ "جنگ میر صاحب کا صدقہ جاریہ ہے" ایک تو میر صاحب کی قدر دل میں بڑھ گئی دوسرا صدقہ جاریہ کا معنی اور مفہوم مدت بعد سمجھ میں آیا۔

کوئی روزنامہ کوئی جریدہ کوئی ماہنامہ اٹھا کر دیکھ

لیجئے۔ بے حیائی اور فحاشی کے موجیں مارتے سمندر نظر آئیں گے۔

جہاں تک ریڈیو کا تعلق ہے اول تا آخر گانے ہی گانے اور گانے بھی ایسے کہ دعوت گناہ کے انمول موتی۔ ٹی وی میں ایسے گانوں کے ساتھ تھرکتے ہوئے جسم۔

۱۔۔ میرے دل تک میں جوان ہو گئی۔

۲۔۔ تق بال بال کے اتے رکھنی آں راہ بھل نہ جائے ماہی میرا۔

۳۔۔ آ لگ جا سینے نال نخرہ کر کے

۴۔۔ پیار کیا کوئی چوری نہیں کی، چھپ چھپ آہیں بھرنا کیا، جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔

اس غلاظت کی نشاندہی کہاں تک کی جائے۔ اس تعفن سے تو سارا ملک بھرا پڑا ہے بلکہ ہر گھر کنجر خانہ بن کر رہ گیا ہے۔

فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کے لئے اپنا پی ٹی وی کوئی کم نہیں تھا ستم بالائے ستم یہ کہ ڈش انٹینا کی لعنت بھی آدھمکی اور پنجابی کی وہ مثل پوری ہوئی کہ

اک ڈھن پلیت اتوں کتیاں موتریا

اور لطف یہ کہ یہ ساری اخلاقی دہشت گردی اس اسلامی حکومت کی رہنمائی، منظوری اور اشیرباد سے ہو رہی ہے اور حکومت ان تمام دہشت گردوں کو پورا پورا تحفظ دے رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ڈراموں کنجروں اور بھانڈوں کو ایوارڈ ملتے ہیں کہ شاباش تم نے اس اسلامی حکومت میں رہ کر محمد ﷺ کی مخالفت اور دشمنی کا حق کر دیا۔

قومی روزنامہ کے رنگین صفحہ کے علاوہ اس کے اندر ایک صفحہ کا تقریباً نصف حصہ اس مضمون کے لئے مختص ہوتا ہے کہ کسی سیم تن، کسی گلبدن کی تصویر اور اس کے ساتھ اس کے ملفوظات یا اس کے فضائل درج ہوتے ہیں۔ اس کو کلچرل ونگ کہتے ہیں۔ کلچر کہتے ہیں۔ تہذیب اور ثقافت کو یعنی اخبار کا یہ حصہ قومی تہذیب کا آئینہ دار ہوتا ہے اور قوم ہے مسلمان اور ملک ہے اسلامی جمہوریہ یعنی یہ اسلامی تہذیب کی عکاسی ہوتی ہے۔ گویا اسلام نے بے حیائی اور عریانی اور جنسی آوارگی کی تہذیب پیدا کی اور سکھائی۔ اس سے بڑھ کر کسی اخلاقی دہشت گردی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

ادب

اس اخلاقی دہشت گردی میں قومی ادب برابر کا حصہ دار ہے اور قومی ادیب بھی کسی اور دہشت گرد سے کم نہیں۔ جیسے

۱۔۔۔۔ آزادی سے پہلے یعنی غلامی کے دور میں ایک لفظ ڈوم استعمال ہوتا تھا اور معاشرے کا ایک طبقہ ڈوم کہلاتا تھا جن کا کام گانا بجانا ہوتا تھا اور یہ طبقہ معاشرے میں گھٹیا ترین شمار ہوتا تھا بلکہ ڈوم کا لفظ گالی سے کم نہیں تھا۔ ہمارے قومی ادیب آزادی کے نشہ میں سرشار میدان میں اترے اور انہوں نے ایک ترکیب ایجاد کی گلوکار اور گلوکارہ۔ کام وہی جو غلامی میں ڈوم کرتے تھے۔ اس ترکیب کا صوتی تاثر ہی دلوں میں اتر کے رہ گیا اور سید اور سید زادیاں گلوکار اور گلوکارہ بننے پر فخر کرنے لگیں لطف یہ کہ سید کا لفظ بھی ساتھ چسپاں رکھا۔ بڑے بڑے چوہدری اور نیازی بھی گلوکار بننے میں فخر محسوس کرنے لگے۔

۲۔۔۔۔ اسی طرح ایک لفظ بھانڈ تھا۔ یہ بھی معاشرے کا ایک حصہ تھا ان کا کام نقلیں اتارنا ہوتا تھا۔ یہ ڈرامے کرتے تھے۔ ان کو نقلئے بھی کہتے تھے۔ آزادی کے بعد ادب نے یہ خدمت کی کہ ایک طبقہ بڑا معزز طبقہ معاشرے میں ابھرا جن کو اداکار یا فنکار کا خطاب ملا۔ یعنی اب وہ بھانڈ نہیں رہے تھے بلکہ اداکار تھے۔ کام وہی صرف نام بدلا اور اس نام میں اتنی کشش پیدا ہوئی کہ بڑے بڑے پیر زادے اور پیر زادیاں اداکارہ اور اداکار بن گئیں اور فن کی خدمت کو عبادت سمجھنے لگیں۔

وضع اصطلاحات کی اس فنکاری کے ساتھ اسلامی حکومت بھی حسب توفیق شامل ہو گئی وہ یوں کہ غلامی کے دور میں ڈوموں اور بھانڈوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور آزادی کے بعد اسلامی حکومت نے گلوکاروں اور اداکاروں کو وی آئی پی بنا دیا اور انہیں صدارتی ایوارڈ دیئے جانے لگے اور علامہ اقبال کا قول عمل بن کر سامنے آ گیا کہ

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

پہلے جسم غلام تھے اب سوچ غلام، دل غلام، ضمیر غلام بلکہ باطن غلام پھر جو ناخوب تھا وہ خوب کیوں کر نہ بنتا۔

معلوم ہوا کہ اخلاقی دہشت گردی میں ہر فرد سے لے کر حکومت تک ہر ادارہ اپنی اپنی ہمت اور بساط کے مطابق پوری ڈھٹائی سے حصہ لے رہا ہے۔

اس اخلاقی دہشت گردی کا محرک بھی وہی جذبہ ہے یعنی قرآن کی مخالفت اور اسلام دشمنی۔ قرآن کریم نے سکھایا ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ یعنی اسلام سے پہلے جس طرح عورتیں بن ٹھن کر نکلتی تھیں، مردوں کو دعوت نظارہ اور دعوت گناہ دیتی تھیں، اے مسلمان عورتو! تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اب مسلمان عورتوں نے دیکھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں جب قرآن کی مخالفت ہو رہی ہے تو ہم پیچھے کیوں رہیں۔ انہوں نے نہ صرف بن ٹھن کر نکلنا شروع کیا بلکہ بیوٹی پارلر کھول دیئے اور بننے ٹھننے کے سائنٹیفک طریقے استعمال کرنا شروع کر دیئے اور پریس نے آگے بڑھ کر اس کے لئے مہمیز کا کام دیا اور دنیا بھر میں یہ منظر دکھائے کہ یہ ہے اسلامی تہذیب اور یوں ہوتی ہیں مسلمان عورتیں اور یہ ہے اسلامی اخلاق، اسلامی حیاء اور اسلامی عفت کا نمونہ۔

مگر اس دہشت گردی کی ذمہ دار عورت نہیں، مرد ہے۔ عورت کی عزت کا محافظ مرد ہے تو یہ عورتیں جو ہر طریقے سے حیاء کا جنازہ کندھوں پر اٹھائے سرعام، دعوت نظارہ اور دعوت گناہ دیتی پھرتی ہیں کیا کسی باپ کی بیٹیاں نہیں ہیں؟ کیا کسی خاوند کی

بیوی نہیں ہیں؟ کیا کسی بھائی کی بہن نہیں ہیں؟ تو وہ باپ وہ خاوند اور وہ بھائی کیا مرد نہیں ہیں؟ ان کے مرد ہونے میں شبہ نہیں مگر ان کے ضمیر مرگئے ہیں' ان کی غیرت کا جنازہ نکل گیا ہے' اسلام اور قرآن کی مخالفت اللہ سے دشمنی اور محسن انسانیت سے بے وفائی کا جذبہ عروج پر پہنچ گیا۔ لہٰذا بے چارے مجبور ہوگئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تو قومی اور وطنی سطح پر ہماری اخلاقی دہشت گردی کی حالت ہے۔ بین الاقوامی دہشت گردی میں ہم کسی قوم سے پیچھے نہیں رہے۔ یہ بیجنگ کانفرنس دراصل بین الاقوامی اخلاقی دہشت گردی کی منظم بین الاقوامی کانفرنس ہے۔ ہم نے اس میں شرکت اختیار کرکے ثواب دارین حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کی اور بہت جلد ہی اس کی برکات کا ظہور اپنے یہاں شروع ہوگیا۔ اب اس اسلامی جمہوریہ میں ناجائز نوزائیدہ بچوں کو بوریوں میں بند کرکے ٹرکوں میں لاد کر ٹھکانے لگانے کا کام شروع ہوگیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب یہاں کنواری مائیں اپنے بچوں کو بغل میں لئے پارکوں میں سیرو تفریح کررہی ہوں گی اور وہ دن بھی دور نہیں جب اسلامی جمہوریہ میں قانون بن جائے گا کہ کاغذات میں ولدیت کے خانے میں ماں کا نام لکھا جائے گا۔ باپ کا نام لکھنے کا فرسودہ طریقہ زمانہ جاہلیت کی باقیات میں سے ہے۔

دینی دہشت گردی

دین نام ہے ضابطہ حیات کا جس پر عمل کرنے سے چند روزہ دنیوی زندگی نہایت پاکیزہ صورت میں گزرے اور آخرت کی ابدی زندگی میں عیش و آرام میسر ہو۔ لہٰذا ضابطہ حیات صرف اسلام ہے اور خالق کائنات نے اسی کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیا۔ ارشاد ہے

ان الدین عنداللہ الاسلام

فلسفہ اجتماعی کی رو سے جماعت کا لفظ افراد کے اس مجموعے کے لئے بولا جاتا ہے جن کا نصب العین ایک ہو طریقہ کار ایک اور نصب العین تک پہنچنے کا جذبہ موجود ہو۔

لہٰذا دیندار اس فرد کو کہیں گے کہ جس کے دل میں اسلامی تعلیمات ہوں یقین کامل موجود ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے یقین و ایمان کی آئینہ دار ہو۔ اور دینی جماعت اسے کہیں گے جس کے تمام افراد کا نصب العین دین ہو اور دینی عقائد و نظریات پر پورا یقین اور ان افراد کی عملی زندگی میں ہر شعبہ پر دین کا ٹھپہ لگا ہوا ہو اور سرکی آنکھوں سے نظر آئے۔

اس اصول کی روشنی میں جب ہم ان جماعتوں کو دیکھتے ہیں جن کو دینی جماعتیں کہا جاتا ہے تو اس اصول کا نشان تک نہیں ملتا۔

ظاہر ہے کہ دین جب ایک ہے تو نصب العین بھی ایک ہے اور طریق کار بھی ایک ہے ماانا علیہ واصحابی تو جماعت بھی ایک ہونی چاہئے۔ مگر یہاں دینی جماعتوں کی تعداد ان جماعتوں سے بھی زیادہ ہے جنہیں سیاسی جماعتیں کہا جاتا ہے۔ پھر یہ دینی جماعتیں کیسے ہوئیں ہاں ان کی بنیاد فقہی مکاتب فکر پر ہے۔ لہٰذا انہیں فقہی جماعتیں کہا جاسکتا ہے۔ مگر وہ بھی صرف کہا جاسکتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایک ہی مکتبہ فکر کی جماعتیں پھر آگے کئی دھڑوں میں تقسیم ہیں۔ اگر ان کی بنیاد فقہی مکتب فکر پر ہوتی تو ہر مکتب فکر کی ایک جماعت ہوتی مگر ایسا بھی نہیں۔ تو پھر یہ جماعتیں کیسی ہیں ان کی تقسیم در تقسیم بالکل سیاسی جماعتوں کے مطابق ہے لہٰذا معلوم ہوا ان جماعتوں کا محرک کوئی دینی جذبہ نہیں بلکہ وہی جاہ پسندی اور ہوس اقتدار ہے جو انہیں لئے لئے پھرتی ہے۔

چلئے فرض کرلیں کہ یہ دینی جماعتیں ہیں۔ تو ان کی بنیاد دین ہو اور دین اسلام مرکب ہے دو چیزوں سے نفی اور اثبات ان میں ترتیب یوں ہے کہ نفی پہلے ہے اور اثبات بعد میں۔ یعنی صرف اسلامی حقیقتوں پر ایمان اور اسلام کی محبت کافی نہیں اس کے ساتھ خلاف اسلام کاموں اور دعوتوں کی نفرت بھی ضروری ہے۔ بلکہ ایمان و محبت سے پہلے نفرت ضروری ہے دیکھ لیجئے اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لئے لاالہ الااللہ کو بنیاد قرار دیا گیا اس میں ترتیب یہی ہے۔ نفی یعنی لاالہ پہلے ہے اور اثبات یعنی الااللہ بعد میں ہے اور یہ اصول قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ ارشاد ہے فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔

اب ان دینی جماعتوں کی کارکردگی دیکھئے۔ قرآن کریم کے اس اصول کے تحت ہونا یہ چاہئے تھا کہ دینی جماعتیں اس کافرانہ نظام سے بیزاری اور نفرت کا رویہ اختیار کرتیں۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ دینی جماعتیں ایک دوسرے سے بڑھ کر اس کافرانہ نظام سے مفاد حاصل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگارہی ہیں۔ اور دین کو بھی ساتھ لئے چل رہی ہیں۔ بقول عارف!

مغربی شوق بھی ہے وضع کی پابندی بھی
اونٹ پہ چڑھ کے تھیٹر کو چلے ہیں حضرت

اور اس نظام کی پشت پناہ بلکہ روح رواں بنی ہوئی ہیں بلکہ ایک عظیم دینی جماعت کی کوششوں سے یہ تازہ عذاب الٰہی قوم کے سروں پر مسلط ہوا ہے۔ کچھ قائدین تو ایسے ہیں کہ اعلان پر اعلان کئے جارہے ہیں کہ یہ نظام نری غلاظت ہے اور لطف یہ کہ دونوں ہاتھوں سے غلاظت سمیٹے بھی جارہے ہیں اور پیٹ بھی بھرے جارہے ہیں۔

کفر سے الفت بھی ہے دل میں بتوں کی چاہ
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذاللہ بھی

کہئے یہ دینی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے۔

ان جماعتوں کا کہنا ہے کہ ہم دین نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اقتدار دو۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو دین نافذ کرنے کا طریقہ یا سلیقہ آتا بھی ہے؟

اگر ایسا ہے تو بتایئے کہ آپ نے جماعت میں دین نافذ کرنے کا کونسا منصوبہ بنایا ہے کیا آپ نے اپنی جماعت کے افراد کی زندگیوں میں اسلام نافذ کرلیا ہے نظر تو کہیں نہیں آتا۔ ہاں یہ ضرور نظر آتا ہے کہ دینی جماعتیں آپس میں ایک دوسرے سے الجھ رہی ہیں۔ باہمی نفرت اور بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے بلکہ باہمی قتل وغارت کا وظیفہ بھی جاری ہے اور یہ سب دین کے نام پر۔ اس سے بڑی دینی دہشت گردی کیا ہوگی۔

دینی دہشت گردی میں صرف دینی جماعتیں ہی شامل نہیں بلکہ قومی زندگی کے ہر شعبے میں یہ دہشت گردی زوروں پر ہے۔ مثال کے طور پر عوام کو لیجئے! ان کا دین کے ساتھ ایمانی تعلق اور عملی تعلق برائے نام ہے' ہاں جذباتی تعلق ضرور ہے۔ اور ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ عقل اور جذبات میں کشمکش رہتی ہے اور جذبات ہمیشہ عقل کو مغلوب کرلیتے ہیں پروفیسر جوڈ نے اپنی کتاب Decadance میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ "انسانی عقل اس کے جذبات کے پیچھے یوں چلتی ہے جیسے کتے کے پاؤں اس کی ناک کے پیچھے چلتے ہیں"

اس لئے دینی جماعتیں اس فن سے بڑا کام لیتی ہیں۔ عوام کے جذبات کو مشتعل کرکے آپس میں خوب بھڑاتے ہیں۔ یہ دہشت گردی عوامی سطح پر ہوتی ہے۔

حکومتی سطح پر دینی دہشت گردی کا ڈیزائن ذرا مختلف ہے۔ مثال کے طور پر قائدین قوم اور حکومت کے اعلیٰ افسران اہل اللہ کے مزاروں پر جائیں گے۔ چادریں چڑھائیں گے' وظائف پڑھیں گے۔ دینی تقریبات میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ شامل ہوں گے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتے جائیں گے کہ قرآن کی سزائیں ظالمانہ ہیں۔

یعنی جس اللہ نے یہ کتاب نازل کی نعوذ باللہ وہ ظالم ہے اور جس رسول ﷺ نے یہ کتاب رہتی دنیا تک کے لئے رہنما قرار دی وہ بھی نعوذ باللہ ظالم ہے اور خلافت راشدہ کا نظام چلتا رہا وہ بھی نعوذ باللہ ظالمانہ تھا۔ یہ سب بین السطور موجود ہے۔ یہ فنکارانہ اور دانشورانہ دینی دہشت گردی ہے۔ واقعی بڑے لوگوں کی سوچ بھی بڑی ہوتی ہے۔ کیسی فنکاری سے دین پر' اسلام پر' اور کتاب ہدایت قرآن پر حملہ کیا گیا ہے۔ غرض دینی دہشت گردی کی المناک داستان بڑی طویل ہے کوئی نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ وہ صورت جسے ہم آزادی کی تہمت سے پکارتے ہیں اس کے سفر کا آغاز اس دعویٰ اور اس نعرہ سے ہوا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ یعنی ہم ایسا ملک چاہتے ہیں جس کا آئین و قانون قرآن و سنت ہو اور جس میں ہم قرآن و سنت کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کرسکیں۔ چنانچہ ۱۴ اگست ۴۷ء کو اللہ کریم نے ہمیں وہ ملک دے دیا۔ اب نعرہ کا تقاضا یہ تھا کہ ۱۵ اگست ۴۷ء کو اعلان ہوجاتا کہ اس ملک کا آئین کتاب و سنت ہے مگر آج تک یہ اعلان نہیں ہوسکا۔ یہ پہلی دینی دہشت گردی ہے جو ہم نے من حیث القوم کی۔

پھر جمہوریت کی لعنت تشریف لائی تو مطالبہ ہوا کہ اے قوم! اپنے میں سے بہترین "ہیرے" انتخاب کرکے دو تاکہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ چنانچہ ایک دو دفعہ قوم نے ایسے "ہیرے" انتخاب کئے جو اسلامی مارکیٹ میں تو کوڑی کے بھی نہیں تھے ہاں انگریز کی مارکیٹ میں وہ انمول ہیرے تھے۔ قوم نے ہمیشہ ایک وصف دیکھا کہ لیڈر صرف ایسے گھر میں پیدا ہوا ہو جس میں بسنے والوں کے نام مسلمانوں جیسے ہوں اور بس۔ یہ دوسری دینی دہشت گردی ہے۔ ایک وزیر کا بیان۔

قومی اسمبلی کے اکثر ارکان ایسے ہیں جنہیں پتہ ہی نہیں کہ شریعت کیا ہے کچھ ارکان ایسے ہیں جن کے دل میں کچھ اور منہ پر کچھ اور ہے۔

کچھ ارکان نفاذ شریعت نہیں چاہتے۔ (مولانا عبدالستار نیازی وزیر مذہبی امور۔ نوائے وقت ۲۱ فروری ۹۲ء)

جب کسی وجہ سے یا کسی طرف سے دباؤ پڑا کہ قومی اسمبلی کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ آئین میں قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی تو عجیب کھیل کھیلا گیا۔ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے ایک بیان دیا کہ

وزارت قانون نے علماء سے مسودے پر دستخط کرا کے مسودہ میں تبدیلی کردی۔ علماء کو دھوکا دیا گیا جیسے سپریم لاء کو سپریم سورس لکھ دیا گیا۔

یہ تیسری دینی دہشت گردی ہے۔ وزارت قانون بیچاری بڑی سادہ ہے سپریم لاء ہی رہتا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ سپریم لاء کا مطلب یہ ہے کہ law اور بھی ہیں یہ صرف سپریم ہے۔ حالانکہ حکومت کے مسلمان ہونے کے لئے، اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا پورا کرنے کے لئے سپریم لاء کی ضرورت نہیں The Only Law کی ضرورت ہے۔ جو آج تک نہ ہوسکا اور نہ ان لوگوں سے اس کی توقع ہے۔

غالباً" ۹۲ء میں شریعت بل پاس ہوا۔ جس کی تفصیل تو متعلقہ لوگ ہی جانتے ہوں گے ہم جو قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں' ماہرین قانون کی طرف ہی نگاہ اٹھتی ہے۔ چنانچہ ایک ماہر قانون نے اعلان کیا موجودہ شریعت بل میں شریعت کے سوا سب کچھ ہے (جسٹس جاوید اقبال۔ نوائے وقت ۱۹ نومبر ۹۲ء)

یہ ہے دانشورانہ اور دینی دہشت گردی۔

بی جمہوریت کی برکات اور عوام کی دینی دہشت گردی کے نتیجے میں قوم کے حکمرانوں کی ایک لائن نظر آتی ہے جن کی زندگی کا مقصد صرف ایک تھا کہ

مجھے شرع سے کوئی ضد نہیں پر اس نفاق کو کیا کروں
کہ جو وقت مئے کشی کا ہو وہی عین وقتِ نماز ہو

ان کی ساری زندگی اسی مجبوری کی نذر ہوگئی۔
گویا اس اسلامی ملک کی حکومت کا نقشہ ہمیشہ ایسا بنا

رہا کہ اگر اسلام حکمران ہوتا تو جن لوگوں پر حد جاری ہوتی اور انہیں سرعام کوڑے لگائے جاتے وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا حکمران رہے تاکہ اس ملک میں اسلام نافذ کریں۔ کہئے اس سے بڑی دینی دہشت گردی کی کوئی مثال اسلامی تاریخ میں ملتی ہے۔

وزیر دفاع میر علی احمد تالپور نے ایک دفعہ جو بیان دیا تھا کتنا مبنی بر حقیقت بیان ہے۔

میں اس بات سے اتفاق نہیں کروں گا کہ پاکستان نظریہ اسلام کے تحت وجود میں آیا۔ اگر ایسا ہوتا تو غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور بھٹو جیسے لوگ ہرگز برسراقتدار نہ آتے۔ (نوائے وقت ۳اکتوبر۸۶)

مختصر یہ کہ دینی دہشت گردی وہ واحد دہشت گردی ہے جو روز اول سے آج تک اس ملک میں کسی نہ کسی رنگ میں جاری ہے۔

یہ چھ قسم کی دہشت گردی تو اجتماعی، عوامی یا قومی دہشت گردی ہے اس کے علاوہ جزوی دہشت گردیوں کا تو احاطہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے قانونی دہشت گردی، ٹرانسپورٹرز کی دہشت گردی، پولیس کی دہشت گردی، ڈاکٹروں کی دہشت گردی، کارخانہ داروں کی دہشت گردی، ٹھیکیداروں کی دہشت گردی، غرض دہشت گردی کی کون سی قسم ہے جو یہاں موجود نہیں مگر لطف یہ کہ اس کے باوجود ہم جی رہے ہیں اور خالص و مخلص مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں خود بھی ہے تکرار بھی ہے
اور اس پر دعوٰی حق پرستی اور اس پر یہاں اصرار بھی ہے

بقیہ: شرعی سزا

دلادیں گے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی حماقت کو واضح فرمادیا۔

آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ استہزاء بالرسول کفر ہے جس کی بناء پر گستاخ رسول اور توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

گستاخ رسول واجب القتل

گستاخ رسول کی سزا کے متعلق ارشاد ہوا:

"وہ پھٹکارے ہوئے ہیں جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں بھی یہی دستور رکھا ہے جو پہلے گزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے۔" (سورہ احزاب، آیت ۶۱-۶۲)

علامہ ابوبکر جصاص رازی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

پس اللہ نے نازل فرمائی یہ آیت ان کے بارے میں اور خبر دے دی اللہ نے ان کی جلاوطنی اور قتل کے مستحق ہونے کی جب وہ باز نہ آئیں اس حرکت سے پس خبر دی اللہ تعالیٰ نے کہ یہ سنت اللہ ہے اور یہ وہ راستہ ہے جس کے لزوم اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس سنت کے ماضی کی امتوں میں بھی جاری رہنے کی بابت بصراحت تحریر فرماتے ہیں کہ ماضی میں بھی جن لوگوں نے خالق اور پیغمبروں کی گستاخی کی تو ان کے لئے اس وقت بھی دستور خداوندی تھا کہ انہیں قتل کردیا جائے۔ چنانچہ قاضی صاحب رقم طراز ہیں:

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ جاری فرمایا تھا پچھلی امتوں میں اور وہ یہ کہ قتل کیا جائے ان لوگوں کو جو انبیاء کے ساتھ منافقت کریں اور کوشش کریں ان کے مشن کو کمزور کرنے کی جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعے۔" (بحوالہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا ، مولانا رعایت اللہ فاروقی ص۵۶)

●●

بقیہ: وحشیانہ سلوک

تھیں۔ وہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

۱۔ مسجد میں کوئی دنگا فساد نہ ہوگا۔

۲۔ اگر کوئی مقدمہ مسجد کی بابت قائم ہوگا تو اس کا فیصلہ ہم خود کریں۔

۳۔ مسجد میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو سرکار کی تحقیر و اہانت یا بدخواہی کی موجب ہو اگر کوئی ایسی بات ہوگی اور کمیٹی اس کا تدارک نہیں کرسکے گی تو ڈپٹی کمشنر کو اطلاع دے گی۔

۴۔ کمیٹی مرمت کی ذمہ دار ہوگی۔ آمد و خرچ کا حساب باقاعدہ رکھے گی۔

۵۔ کمیٹی کا کوئی ممبر کم ہوجائے تو اس کی جگہ ممبر نیا آدمی تجویز کرلیں گے۔

۶۔ اگر کوئی امر خلاف مرضی سرکار ظہور میں آئے تو سرکار مسجد کو بند کردینے کی مجاز ہوگی۔

کمیٹی کے دس ممبر تھے: مرزا الٰہی بخش، مفتی صدر الدین آزردہ، محمد ابراہیم، محمد ابراہیم (ثانی) محمد حسین، نصیر الدین، تراب علی، حافظ داؤد، محمد مفضل حسین، محبوب بخش، حافظ سید محمد امام مسجد، مولوی تراب علی نے یہ اقرار نامہ لکھا اور ۲۴ر نومبر ۱۸۶۲ء کو اس پر دستخط ہوئے۔

بقیہ: فلاح کی راہ

ہو کر توبہ استغفار کرے اور جس کو تکلیف پہنچی اس سے معذرت کرے جو شخص حسن معاملہ اور صلہ رحمی میں تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت اور بلندی نصیب فرماتے ہیں نبی ﷺ کا فرمان ہے اگر کسی شخص میں اتنی ہمت نہ ہو کہ وہ اپنے بھائی اور عزیز کی مالی اور بدنی خدمت کرسکے تو اس سے کشادہ دلی کے ساتھ ملتا ہے یہ بھی ایک عبادت ہے، صلہ رحمی اور حسن سلوک ایسی اہم عبادات اور نیکی ہے اس کی بدولت نہ صرف آخرت میں جنت نصیب ہوگی بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی بھی پرسکون اور خوش خرم گذرے گی۔

نفیس سوال اور لطیف جواب

قربِ قیامت میں نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

"مولانا صاحب! اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں طالب علم کی تشنگی دور کرنے اور سوال کا جواب دینے کا علمی انداز ناپید ہوتا جارہا ہے اور اس کی جگہ ہر اہل علم کے ہاں کم و بیش پانچ مہروں کا استعمال بڑھتا جارہا ہے کسی طالب علم نے سوال کیا نہیں کہ فوراً" کوئی نہ کوئی مہر لگائی گئی' مثلاً "منکر حدیث' وہابی' گستاخ رسول" قادیانی اور مرتد وغیرہ' لیکن اس کے باوجود میں آپ سے اپنے سوال کا قرآن و حدیث صحیحہ کی روشنی میں مدلل جواب کی امید رکھتا ہوں روایت ہے کہ شب معراج میں رسول کریمؐ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام کو نماز باجماعت پڑھائی تھی۔ میرا سوال یہ ہے کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس نماز میں موجود تھے؟ اگر موجود تھے تو کس حالت میں؟ یعنی بقیہ انبیاء کرام کی طرح اس کی بھی صرف روح آئی تھی؟ اگر روح آئی تھی تو پھر تو اس کا جسم مبارک آسمان پر مردہ رہ گیا ہوگا۔ یعنی بغیر روح کے کیسے زندہ رہ گئے؟ یا کہ وہ اصلی حالت میں جسم اور روح سمیت آئے تھے؟ لہٰذا اگر وہ مجسم ہو کر آئے تھے تو جب اس نے اللہ تعالیٰ سے امت محمدیہ میں شامل ہونے کی دعا مانگی تھی اور امت محمدیہ کے ہوتے ہوئے جب وہ مجسم تشریف لائے تھے پیغمبر کے ساتھ نماز بھی بیت المقدس میں ادا کی تو اس وقت جبکہ پیغمبر کو مسلمانوں کی مدد کی اشد ضرورت تھی اور گنتی کے چند نفوس اسلام قبول کر چکے تھے وہ بھی مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے انتہائی تنگ آچکے تھے حتیٰ کہ پیغمبر اسلام سمیت مدینہ منورہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی تو پھر اس تخت وقت میں حضرت عیسیٰ نے امت محمدیہ میں شرکت کیوں نہ کی؟ اور واپس آسمان پر کیوں تشریف لے گئے؟ اور جب واپس گئے تو کس سواری اور کون سے فرشتے کی معیت میں گئے؟ جبکہ پیغمبر اسلام تو حضرت جبرئیل کی معیت میں براق (بازاری تصاویر میں جس کا سر اور چہرہ عورت کا ہے بقیہ بدن گھوڑے کا) پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے پھر عیسیٰ پیغمبر اسلام سے پہلے کیسے بیت المقدس سے رخصت ہوگئے؟ جبکہ عام قاعدہ ہے کہ جب تک کسی تقریب کے مہمان خصوصی رخصت نہ ہوں سامعین حرکت تک نہیں کرتے اور اس تقریب میں تو مہمان خصوصی رسول اللہ (ﷺ) ہی تھے کیونکہ جب رسول اللہ آسمانوں پر پہنچتے ہیں تو وہاں پر حضرت عیسیٰ کو پہلے سے موجود پاتے ہیں تو کیا یہ رسول اللہ کی شان مبارک میں گستاخی نہیں ہوئی؟

(خان شہزادہ)

جواب

آپ کا یہ سوال نفیس ہے۔ اس سے بڑا جی خوش ہوا' اگر واقعی سمجھنا چاہتے ہو تو اس کا لطیف جواب عرض کرتا ہوں:

۱: احادیث شریفہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ شب معراج میں بیت المقدس پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے شرکت فرمائی' اور آنحضرت ﷺ نے ان کی امامت کی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریک محفل تھے۔ اور اس موقع پر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بشمول آپ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا' ان کے بعد آنحضرت ﷺ نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ کی بارہویں فصل واقعہ ہشتم کے ذیل میں ان کو نقل کیا ہے۔ اس کا مطالعہ فرمالیا جائے۔ اور اس ناکارہ کی کتاب "عہد نبوت کے ماہ و سال" میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شرکت کا ذکر ہے۔

۲------ جو انبیاء کرام دنیا سے رحلت فرماگئے ہیں ظاہر ہے کہ ان کی ارواح طیبہ کسی نہ کسی شکل میں متشکل ہوئی ہوں گی۔ خواہ ان کو اجسام مثالیہ دیئے گئے ہوں' یا ان کی ارواح طیبہ خود متجسد ہوئی ہوں۔ چنانچہ میری کتاب "عہد نبوت کے ماہ و سال" میں نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حاضری مع الجسد ہوئی تھی یا بغیر جسد؟

لیکن یہ بحث دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں ہو سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ السلام کے بارے میں نہیں کیونکہ وہ بالاتفاق آسمان پر بجسدہ الشریف زندہ موجود ہیں۔ اس لئے ان کی روح مبارک کو اپنا جسم اصلی چھوڑ کر بدن مثالی اپنانے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ وہ سراپا روح اللہ ہیں۔ اور وہاں ان پر ملائکہ و ارواح کے احکام جاری ہیں۔ الغرض اس اجتماع میں ان کی شرکت بجسدہ الشریف ہوئی تھی۔ جب کہ حافظ ذہبیؒ نے "تجرید اسماء الصحابہ" میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ تاج الدین السبکیؒ نے "طبقات الشافعیہ الکبریٰ" میں ان سے نقل کیا ہے۔

۳------ رہا یہ کہ حضرات انبیاء کرام بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس ذریعہ سے آئے تھے؟ اور کس ذریعہ سے گئے تھے؟ کسی روایت میں اس کی تصریح نظر سے نہیں گزری۔ یوں بھی عقل مند پھل کھایا کرتے ہیں' پیڑ نہیں گنا کرتے' جب ان کا آنا اور جانا ثابت و محقق ہے تو اس سے کیا مطلب یہ وہ کس ذریعہ سے آئے اور گئے؟

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے کہ صدف سے؟

۴------ بیت المقدس کا جلسہ برخاست ہوا تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رخصت ہو کر اپنے مستقر پر پہنچ گئے۔ اور دوسرے آسمان پر آنحضرت ﷺ کا استقبال کیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مصرح ہے۔ مہمان خصوصی (ﷺ) سے پہلے کسی کے رخصت ہونے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا تھا اور آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی کے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۵------ رہا یہ سوال کہ جب حضرت عیسیٰ آنحضرت ﷺ کے زیارت و لقا سے بھی مشرف ہو چکے تھے' اور قبولیت دعا کے نتیجہ میں ان کو شرفِ خادمیت سے بھی مشرف کیا جاچکا تھا تو اس وقت انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کیوں نہ کی' جبکہ اسلام کو اس وقت نصرت و حمایت کی ازحد ضرورت تھی' اور مسلمان کفار مکہ کی ایذاؤں کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تو خادم اور سپاہی کی حیثیت سے ہر وقت آمادہ خدمت تھے۔ اب یہ مخدوم اور جرنیل کی صوابدید پر منحصر ہے کہ خادم کو کس وقت کس خدمت پر مامور کیا جائے۔ اور سپاہی کو کس وقت محاذ پر بھیجا جائے۔ اگر آنحضرت ﷺ کی طرف سے ان کو اس وقت نصرت و حمایت کا حکم ہوتا تو ان کو تعمیل حکم سے کیا عذر ہو سکتا تھا' لیکن افسر اعلیٰ کے حکم کے بغیر اپنے طور پر کسی اقدام کا ان کے لئے کیا جواز تھا۔

۶------ یوں نظر آتا ہے کہ ہر چند کہ وہ وقت مسلمانوں کے لئے بڑا مشکل وقت تھا اور سطحی نظر سے دیکھئے تو اس وقت اسلام کی نصرت و حمایت کی بڑی ضرورت محسوس ہوتی تھی' لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ ساری مشکلات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اصلاح و تربیت اور ریاضت و مجاہدہ کے لئے تھیں' ان حضرات کو پوری امت کا معلم مرشد بنانا تھا' اس لئے مجاہدات کی بھٹی میں ڈال کر ان کو کندن بنایا جارہا تھا' اور پوری دنیا کی اصلاح و تربیت کی مسند ان مجاہدات کے ذریعہ ان کے لئے بچھائی جارہی تھی۔ اور ایک عالم کی حکمرانی و جہانبانی کے لئے ان کو تیار کیا جارہا تھا' حضرات صوفیاء کرام کا ارشاد ہے: "المشاہدہ بقدر المجاہدہ" یعنی مجاہدہ جس قدر شدید ہو اسی قدر مشاہدہ لطیف ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب سیدنا یوسف صدیق علی نبینا و علیہ الصلوات والتسلیمات کو بے کسی و بے بسی کی حالت میں برادران یوسف اندھے کنوئیں میں ڈال رہے تھے تو آسمان کے مقرب فرشتے چلا اٹھے کہ الٰہی! تیرے یوسف صدیق کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ فرمایا' فکر نہ کرو' بھائی' ان کو کنوئیں میں نہیں ڈال رہے' بلکہ تخت مصر پر بٹھا رہے ہیں۔

الغرض سطحی نظر سے دیکھا جائے تو عقل چلا اٹھتی ہے کہ مکہ' جو ہر ایک کے لئے دار الامن ہے' اسی مکہ میں محبوب رب العالمین ﷺ کے پاکباز صحابہؓ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ حکمت الٰہی کہتی ہے کہ کچھ نہیں' ان کے لئے بس کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا تاج کرامت تیار کیا جارہا ہے

---پس حضرات صحابہ کرامؓ کو جو اہل مکہ کے جور و ستم کا تختہ مشق بنایا جارہا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان بے چاروں کا کوئی سہارا نہیں تھا' کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا۔ کوئی ان کا حامی و ناصر نہیں تھا' تاکہ یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت ان کی مدد کیوں نہ کی؟ نہیں! بلکہ جو سب کا سہارا ہے۔ جو سب کا حامی و ناصر ہے اسی نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت ان کو امتحان و آزمائش کی بھٹی میں ڈال رکھا تھا۔ ورنہ ان میں مجسم رحمت عالم ﷺ بنفس نفیس موجود تھے' اور آپ ﷺ کی روحانیت کا آفتاب عالمتاب نصف النہار پر تھا۔ اس کے سامنے کفر کی تاریکیاں "ھباء منثورا" تھیں۔ اور پھر اسی جماعت میں حضرات ابوبکر و عمر' عثمان و علی (رضوان اللہ علیہم) جیسی ارباب قوت قدسیہ ہستیاں موجود تھیں' جن کے کمالات ہمرنگ کمالات انبیاء تھے' اور سید الملائکہ جبرئیل و میکائیل (علیہما السلام) آنحضرت ﷺ کی نصرت کے لئے موجود تھے' ملک الجبال (جو فرشتہ پہاڑوں پر مقرر ہے) حاضر خدمت ہو کر عرض پیرا ہوتا تھا کہ اگر حکم ہو تو ان کفار نابہجار کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں؟

الغرض کونسا سامان ایسا تھا جو مظلوم و مقہور مسلمانوں کی نصرت و حمایت کے لئے مہیا نہیں تھا' لیکن یہ ان کی آزمائش و ابتلا کا دور تھا۔ اور کسی کی حمایت کیا معنی؟ خود ان کو حکم تھا کہ ماریں کھاتے جاؤ۔ لیکن ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

پھر جب یہ دور ابتلاء ختم ہوا تو آنحضرت ﷺ کو اپنے جانثار و رفقاء سمیت ہجرت الی المدینہ کا حکم ہوا اور سال بعد رفع شر کفار کے لئے جہاد و قتال کا حکم ہوا تو دنیا نے دیکھا کہ صرف آٹھ سال کے عرصہ میں کفر سرنگوں تھا اور پورے جزیرۃ العرب پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ مشروعیت جہاد کے پہلے سال یوم الفرقان (جنگ بدر) میں ۳۱۳ نہتوں نے کفر کا بھیجا نکال باہر کیا' اور اس امت کے فرعون (ابوجہل) کو واصل بجہنم کرنے کے لئے کسی اعجاز موسوی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) کے دو کمسن جانثاروں نے اس فرعون کے غرور و فرعونیت کو خاک میں ملادیا' اور اسے خاک و خون میں تڑپا دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما

ہوئے تو اسلامی عساکر قیصر و کسریٰ کے دروازے پر دستک دے رہے تھے' اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) جو آنحضرت ﷺ کے سچے جانشین اور خلفائے برحق تھے' کی قوت قدسیہ نے بیس پچیس سال کے قلیل عرصہ میں قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ اور "نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کاشغر" اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ وہ تو کہئے کہ قضا و قدر غالب آئی' اور مفسدین و منافقین کی سازش نے خلیفہ مظلوم حضرت امیرالمومنین عثمان (رضی اللہ عنہ وجزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین) کو جام شہادت پلاکر مسلمانوں کو خانہ جنگی کے الاؤ میں دھکیل دیا ـــــ وکان امراللہ قدرا" مقدورا" ـــــ ورنہ اگر ان حضرات کو دس بیس سال اور مل جاتے تو خدا جانے دنیا کا نقشہ کیا ہوتا۔

۷ ــــــ الغرض یہ خیال کہ اس وقت اسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت و حمایت کی ضرورت تھی۔ ایک سطحی خیال ہے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم موجود تھے' ان کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ کی مسیحائی کی قطعاً" ضرورت نہیں تھی۔

بعد کی صدیوں میں بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے بڑے مشکل وقت آئے' مگر آنحضرت ﷺ کی روحانیت سے فیض یافتہ ائمہ دین' مجددین اور علمائے ربانی اس امت میں پیدا ہوتے رہے' جو ان فتنوں کا تدارک کرتے رہے۔ اور ہر فتنہ کے زہر کا تریاق مہیا کرتے رہے۔ ہر صدی میں چھوٹے موٹے دجال بھی رونما ہوتے رہے' وعدہ الٰہی ہے: یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم○ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء○ واللہ واسع علیم○ (المائدہ ۵۴)

ترجمہ "اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی' اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی' مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر' اور تیز ہوں گے کافروں پر' جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں' اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں' اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔"

(ترجمہ: حکیم الامت تھانویؒ)

یہاں سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتا رہا ہے' اور الحمدللہ ان اکابر کی قیادت میں قافلہ امت رواں دواں رہا۔

۸ ــــــ لیکن جوں جوں زمانے کو آنحضرت ﷺ کے دور سعادت سے بعد ہو رہا ہے' اسی نسبت سے تاریکی بڑھ رہی ہے' اور روحانیت کمزور اور مضمحل ہوتی جارہی ہے' ادھر مسلسل فتنوں کی یورش تاریکیوں میں اضافہ کررہی ہے' اور " ظلمت بعضھا فوق بعض۔ اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا" (سورہ النور: ۴۰) کا منظر سامنے آرہا ہے۔ ادھر نور ہدایت مدھم ہوا جاتا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ کفر و ضلالت کی رات بڑی تیزی سے چھارہی ہے' اور وہ جو حدیث میں آیا ہے:

"وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا و یمسی کافرا و یمسی مومنا و یصبح کافرا یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔ رواہ مسلم"

(مشکوٰۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے اعمال میں سبقت کرو جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر' اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر' دنیا کے چند ٹکوں کے بدلے اپنا ایمان بیچ ڈالے گا۔"

اس ناکارہ نے اپنے بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک جس طرح تاریکیوں کے سائے پھیلتے دیکھے' اور زمانے کا رنگ دگرگوں ہوتے دیکھا ہے' اگر یہی حالت رہی تو۔

"محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی؟"

ہمارے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہ بڑی بے چینی سے فرماتے تھے:

"میں تو سوچتا ہوں اس نادان نئی نسل کا کیا بنے گا۔"

الغرض حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اور صبح و شام زمانے کا رنگ بدلتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب "فتنہ دجال" کے لئے تیاری ہورہی ہے۔

۸ ـــــــ اب ایک طرف دنیا سے آثار ہدایت مٹ جانے اور قلوب سے ایمان کے رخصت ہوجانے اور استعداد ایمان کے ضائع ہوجانے کا یہ عالم ہوگا۔ اور دوسری طرف دجال لعین کا فتنہ اس قدر شدید ہوگا کہ ہر نبی نے اس فتنہ سے ڈرایا۔ آنحضرت ﷺ ہر نماز میں اس سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کے فتنہ کی جزئیات احادیث شریفہ میں بہ کثرت ذکر کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے "قیامت نامہ" میں درج ہے۔ یہاں اس کا اردو ترجمہ کا ایک اقتباس ذکر کرتا ہوں:

"دجال قوم یہود میں سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔ دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی' گھونگروار بال ہوں گے۔ سواری میں ایک بہت بڑا گدھا ہوگا۔ اولاً" اس کا ظہور ملک عراق و شام کے درمیان ہوگا جہاں نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا۔ پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے یہیں سے خدائی کا دعویٰ کرکے چاروں طرف فساد برپا کرے گا اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کرکے لوگوں سے اپنے تئیں خدا

کرائیگا۔ لوگوں کی آزمائش کے لئے خداوند کریم اس سے بڑے خرق عادات ظاہر کرائے گا۔ اس کی پیشانی پر لفظ (ک۔ف۔ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان کرسکیں گے۔ اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا۔ مخالفین کو آگ میں موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا۔ نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو چاہے گا دے گا جب کوئی فرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کرے گا تو اس کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی۔ اناج پیدا ہوگا' درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور شیردار ہوجائیں گے جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کردے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح و تہلیل کھانے پینے کا کام دے گی۔ اس کے خروج کے پیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔ زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہوجائیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ باپ کو زندہ کرتا ہوں تاکہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے لئے ماں باپ کی ہمشکل ہوکر نکلو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا یہاں تک کہ وہ جب سرحد یمن میں پہنچے گا اور بد دین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہوجائیں گے۔"

آپ چاہیں تو ان پیش آئندہ واقعات کو "روایت پرستی" کہہ کر رد کردیجئے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اگر دجال لعین کا ایسا سحر و شعبدہ بازی آنا برحق ہو کہ اس وقت تمام صلحاء و اتقیاء کی مجموعی روحانی قوت بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکے تو فرمایئے اس آڑے اور مشکل وقت میں فتنہ دجال کے استیصال کے لئے تشریف لانا زیادہ موزوں ہوگا۔ یا اس وقت موزوں تھا جب رحمت عالم ﷺ کی رحمت للعالمینی صحابہ کرام کے سر پر سایہ فگن تھی' اور جب دنیا میں آفتاب رسالت نصف النہار پر تھا؟

۹ ـــــــ آپ کے سوال کا بوضاحت جواب دینے کے بعد اپنی ایک تحریر درج کرتا ہوں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے نکات کی طرف مختصر اشارہ کیا گیا ہے:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی' جیسا کہ انجیل برناباس میں ہے' کہ اللہ تعالیٰ ان کو محمد رسول اللہ ﷺ کا خادم بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور اس مشکل وقت میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے ان کو نازل فرمایا' قتل دجال کی مہم ان کے سپرد فرمائی۔ اور وہ بوجوہ چند اس خدمت کے لئے موزوں تر تھے:

○ اولاً" دجال الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ جبکہ ایک قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی یہی تہمت دھری تھی۔ اس کی مکافات ان کے سپرد کرنا اور اس مدعی الوہیت کا استیصال موزوں تر تھا' تاکہ ان کی عبدیت کاملہ کا ظہور ہوجائے۔ جن کا اظہار انہوں نے مہد میں انی عبداللہ کہہ کر کیا تھا۔

○ وہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل تھے۔ اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی بشارت دی۔ اس لئے ان کا آنحضرت ﷺ سے قرب و تعلق سب سے قوی تر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے وانا اولی الناس بعیسی بن مریم۔ فانه لم یکن بینی و بینه نبی میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

○ "المسیح" ان کا خاص لقب ہے۔ جو ان کی پیدائش سے پہلے ان کے لئے تجویز کردیا گیا تھا۔ دجال لعین ان کے خاص لقب کا مدعی ہوگا۔ اور خرق شعبدوں کے ذریعہ اپنی "مسیحیت" کو ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس دجل کا پردہ چاک کرنے کے لئے اصلی "المسیح" کو نازل کیا جائے گا۔ اور جس طرح اعجاز موسوی کے سامنے ساحران فرعون کا سحر باطل ہوکر رہ گیا۔ اسی طرح "المسیح عیسیٰ بن مریم ﷺ" کے سامنے اس جھوٹے مسیح کی ساری اعجوبہ نمائیاں باطل ہوکر رہ جائیں گی۔ اور وہ آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک تحلیل ہوجاتا ہے۔

○ دجال اعور یہودیوں کا بادشاہ ہوگا۔ اور یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے۔ اس لئے وہ نازل ہوکر اپنی قوم کی کجی کی اصلاح فرمائیں گے ان میں جو ایمان لائیں گے فبہا' ورنہ ان کو تہ تیغ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جزیہ قبول نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت روح اللہ صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم کا نازل ہونا امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام) میں شامل ہونے کے لئے بھی ہے' امت کو دجالی فتنہ کے نجات دلانے کے لئے بھی' اپنی قوم کے عقیدہ تثلیث' عقیدہ ابنیت اور عقیدہ نجات کی اصلاح کے لئے بھی اور اپنے معاندین یہود سے انتقام لینے کے لئے بھی۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

••

مولانا عزیز الرحمان کی کوئٹہ میں مصروفیات

(کوئٹہ نمائندہ ختم نبوت) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمان جالندھری' مولانا احمد میاں حمادی نے دورہ کوئٹہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم ساتھی جناب حاجی عبدالمنان بڑائچ کی عیادت کی اور ان کی صحت کے لئے دعا کی اس کے بعد مدرسہ جامعہ رشیدیہ تشریف لے گئے جہاں فاضل دیوبند استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یعقوب شرودی صاحب سے ملاقات کی اور جماعتی امور پر کافی دیر تک سیر حاصل گفتگو ہوئی مدرسہ رشیدیہ کے ناظم مولانا حافظ حسین احمد شرودی اور دیگر اساتذہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی' حاجی طفیل احرار اور دیگر احباب بھی اس محفل میں موجود تھے۔

قسط نمبر ۳

انگریزوں کا وحشیانہ کردار

ملک زمین و ملائک جناب تھی دلی
بہشت و خلد میں بھی انتخاب تھی دلی
جواب کا ہے کو تھا' لاجواب تھی دلی
مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلی
پڑی ہیں آنکھیں وہاں' جو جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

جنون انتقام

آپ انگریزوں کی خونریزیاں دیکھ چکے ہیں' لیکن اس سے ان کے جنون انتقام کی پیاس نہ بجھی۔ وہ چاہتے تھے کہ دہلی کو ڈھا کر ویران کر ڈالا جائے لال قلعے کا نشان مٹادیا جائے شاہ جہاں کی بنائی ہوئی مسجد جامع کو زمین بوس کر دیا جائے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو دہلی کی زمین کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے باس ورتھ سمتھ نے لکھا ہے:

"بعض افسر روی بربریت کے جوش میں اصرار کر رہے تھے کہ شہر کو جو ہندوستان کا سرمایہ افتخار اور اس کا دارالحکومت تھا جسے ملک کے روحتہ لکبریٰ کی حیثیت حاصل تھی ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا جائے۔ اور زمین کے شور زار بنادیا جائے۔ دوسرے اس سے بھی چند قدم آگے بڑھ کر بہی بربریت کے جنون میں اس بات پر زور دے رہے تھے کہ جامع مسجد کو جو دنیا کی شاندار ترین اور نفیس ترین عمارتوں میں سے تھی کھدوا دیا جائے یا کم از کم اس کے کلس پر صلیب نصب کر کے گرجے کی شکل میں تبدیل کرلیا جائے۔ مسیحی فتح کا یہ حد درجہ غیر مسیحی نشان متصور ہوتا۔ ایک بڑے گروہ کا اصرار یہ تھا کہ رفیع الشان شاہی محل (لال قلعہ) کو ضرور برباد کر دیا جائے' تاکہ جو یہاں سے گذرے' پڑھ لے کہ مغلوں کا آخری نشان مٹ گیا

"خون کے اس دھارے میں جو اس نے بہایا وہ برباد ہوگیا' امید سے خالی' نفرت کا ہدف' کھنڈروں میں مدفون' جرم میں غرق"۔

(باس ورتھ سمتھ جلد دوم ص ۱۲۹)

شہر میں ہل چلانے کی تجویز

چنگیز خان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ نیشاپور کے محاصرے میں اس کا داماد مارا گیا۔ لہٰذا اس نے حلف اٹھایا کہ نیشاپور کو ویران کر کے دم لے گا۔ چنانچہ شہر فتح ہوا تو پوری آبادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نہ کوئی مرد زندہ چھوڑا' نہ عورت' نہ بچہ' پھر جانوروں کی باری آئی۔ بیل' گھوڑے گدھے' اونٹ' بھیڑ بکریاں غرض ہر شے ختم کر دی گئی۔ یہاں تک کتوں اور بلیوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ اور شہر کو ڈھا کر ہل چلوا دیئے۔ چنانچہ ایک قرن تک نیشاپور کی جگہ کھیتی باڑی ہوتی رہی۔ بالکل اسی قسم کی تجویز انگریزوں نے جان لارنس کے روبرو پیش کی تھی۔۔ باس ورتھ نے لکھا ہے کہ لارنس کے دوستوں نے ہل چلوا دینے کی تجویز پیش کی تو اس نے کرنیل برن کو لکھا:

میں کبھی اس تجویز کو منظور نہ کروں گا۔ ہمیں مذہبی عمارتوں کی بربادی سے بالا ہتمام احتراز کرنا چاہیے۔ نہ دوستوں کی خوشنودی کے لیئے ایسا کوئی قدم اٹھا جاسکتا ہے۔ اور نہ دشمنوں کو آزار پہنچانے کے لیئے۔

(باس ورتھ سمتھ جلد دوم ص ۱۵۶)

لارنس آباد

دہلی کا نشان مٹادینے کی تجویز نہ مانی گئی تو انگریزوں نے زور دیا کہ شہر کا نام "شاہ جہان آباد" کی جگہ "لارنس آباد" رکھا جائے۔ معلوم نہیں ذمہ دار حکام نے اس باب میں کیا کچھ کیا۔ لیکن اس سے پیشتر بھی دہلی کے نام مختلف بادشاہوں نے بدلے تھے۔ کسی کو بھی فروغ حاصل نہ ہوا۔ سب سے زیادہ "شاہ جہان آباد" نے پائی تاہم دہلی کی ہردلعزیزی کے سامنے شاہ جہان آباد کا چراغ بھی روشن نہ رہ سکا"۔ "لارنس آباد" کب عام لوگوں کی زبان پر چڑھ سکتا تھا۔ نئی دہلی کا نام بھی ابتداء میں "جارج آباد" تجویز ہوا تھا۔ وہ بھی اس وجہ سے ترک کر دیا گیا کہ اس میں "دہلی" کی سی جاذبیت پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔

انہدام اور اس کے مقاصد

بایں ہمہ شہر میں خاصی عمارتیں ڈھادی گئیں اور کچھ جل کر تباہ ہوگئیں۔ مولوی ذکاء اللہ فرماتے ہیں کہ بعض مکانات میں سے کسی سبب سے آگ لگ جاتی تھی۔ لیکن آگ خود بخود کیوں کر لگ سکتی تھی؟ شہر میں سے لوگ نکل چکے تھے۔ یقیناً" یہ آگ فوجی لگاتے ہوں گے۔۔۔ جو عمارتیں انگریزوں نے منہدم کرائیں' ان کا مقصد یہ بتایا گیا:

۱۔ قلعے کے سامنے میدان ضروری تھا۔

۲۔ جامع مسجد کے اردگرد پچیس پچیس فٹ کھلی جگہ لازمی تھی۔

۳۔ ریلوے اسٹیشن اور ریلوے لائن کے لیے جگہ پیدا کرنا منظور تھا۔

بازار اور عمارتیں

ان مقاصد کے لیے جو عمارتیں ڈھائی گئیں ان

کی سرسری کیفیت ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ چوک سعد اللہ خان' یہ لال قلعے کے دہلی دروازے سے شروع ہوتا تھا' بہت ہی خوبصورت اور پررونق مقام تھا۔

۲۔اردو بازار' خانم بازار' خاص بازار' فیض بازار'۔

۳۔ باقی بیگم کا کوچہ' خان دوراں کی حویلی' گلیوں کا بازار' دریا گنج کی گھاٹی' انگوری باغ' بگوا باڑی' بعض بالکل منہدم ہوگئے اور بعض کے حصے ڈھادیے گئے۔

۴۔مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازے تک سب عمارتیں بالکل صاف کردی گئیں۔

۵۔ کلکتہ دروازے سے کابلی دروازے تک سب محلے صاف ہوگئے' مثلاً" پنجابی کٹرا' دھوبی کٹرا' رام گنج' سعادت خان کا کٹرا' جرنیل کی بی بی کی حویلی' رانجی داس گودام والے کے مکانات' صاحب رام کا باغ اور حویلی۔

۶۔ جامع مسجد کے قریب مشہور شاہی درسگاہ دارالبقاجہاں آخری دور میں مفتی صدرالدین آزردہ نے درس کا انتظام کیا تھا۔

انہدام کی کیفیت

قلعے کے سامنے کے مکانات ہاتھیوں سے منہدم کرائے گئے۔ اور ان کا کاٹ نیلام ہوا۔ اینٹ پتھر قلعے کی خندق کا پشتہ بنانے کے کام آئے۔ میدان بن گیا تو پھر اس کے مضبوط درخت نیلام ہوئے۔ مکانوں کی بنیادوں کے پتھر بیچے گئے۔ بعض مکانات ثابت کے ثابت اینٹ پتھر سے بھر کر برابر کردیے گئے تھے۔ اب وہ پھر کھود کر نکالے گئے۔ مولوی ذکاء اللہ کا مکان جامع مسجد اور قلعے کے درمیان تھا۔ اینڈریوز نے مولوی صاحب کی زبانی لکھا ہے:

فتح دہلی کے بعد فوج کے افسر اور سپاہی پہنچے اور بچے کچے مکانوں کو حکم سے خالی کرالیا کہ یہ محلّہ سارا منہدم کردیا جائے گا۔ ایک گھنٹے کے اندر لوگ صدیوں سے بسے ہوئے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور تمام محلّہ بارود سے اڑادیا گیا۔

لال قلعہ

لال قلعے کی پہلی حالت باقی نہ رکھی گئی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۷ء تک اندر دس ہزار سے کم آبادی نہ تھی۔ جو عمارتیں فتح کے بعد انگریزوں نے توڑیں' ان کی سرسری کیفیت یہاں درج کی جاتی ہے:

۱۔ امیروں اور شہزادوں کے تمام محلات توڑدیے گئے۔

۲۔دیوان عام کا صرف ہال باقی رہ گیا' اس کی باقی چیزیں توڑدیں گئیں۔ اور یہ بھی اب ڈھانچہ ہی ڈھانچہ ہے شاہی عہد کے دیوان عام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔دیوان عام کے قریب سب سے بڑا شاہی محل تھا' جس کا نام رنگ محل تھا۔ اور اسے امتیاز محل بھی کہتے تھے۔ وہ باقی ہے لیکن اس کے فوارے' حوض اور دوسری چیزیں باقی نہیں رہیں۔

۴۔ موتی محل' یہ محل ہیرا محل کے شمال میں اور باغ حیات بخش کی مشرق آبشار کے سامنے تھا۔ انگریزوں نے اسے توڑکر توپ خانہ کی بارک بنالی۔

۵۔باغ حیات بخش بھی تباہ کردیا گیا تھا۔ ۱۹۰۲ء تک ملبے کے نیچے دبا رہا۔ اس کا کچھ حصہ بارکوں میں آگیا تھا' کچھ سڑکوں میں۔ باقی باغ کو پھر سے رونق دینے کی کوشش کی جاری ہے' لیکن پہلی حالت کی جھلک بھی اس میں نظر نہیں آتی۔

۶۔ مہتاب باغ بالکل اجڑ گیا' اس کے حوض کو مدت تک

۷۔ گوروں نے تیراکی کا حوض بنائے رکھا۔

۸۔چھوٹی بیٹھک یعنی "خورد جہاں" مٹ گیا۔

۹۔ ممتاز محل آج کل آثار قدیمہ کا عجائب خانہ ہے۔

۱۰۔دیوان عام کے شمال میں مطبخ شاہی تھا' اس کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اس حصے میں بے ڈھنگی بارکیں انگریزوں نے کھڑی کرلیں۔

۱۱۔ دیوان عام اور دیوان خاص کے درمیانی حصے اور لال پردے کا بھی کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

مسجدیں

فتح دہلی کے بعد انگریزوں کے جنون انہدام کی بجلیوں سے مسجدیں بھی نہ محفوظ رہیں۔ چھوٹی مسجدوں کا شمار ممکن نہیں لیکن بڑی مسجدوں میں سے بعض کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے:

اکبر آبادی مسجد' یہ فیض بازار میں تھی۔ اور شاہ جہاں بیگم اعزاز النساء نے بنوائی تھی' جس کا خطاب اکبر محل تھا۔ مسجد کا مسقف حصہ تریسٹھ گز لمبا اور تریسٹھ گز چوڑا تھا۔ اس کے تین گنبد اور سات در تھے۔ دائیں بائیں دو خوبصورت اور بلند مینار تھے۔ تریسٹھ گز لمبا اور تریسٹھ گز اونچا کٹہرا بنا ہوا تھا۔ صحن کے سامنے وضو کے لیے حوض تھا۔ حوض کے پاس مسجد میں جانے کے لیے سیڑھیاں بنادی گئی تھیں۔ پوری عمارت سنگ سرخ کی تھی۔ سامنے کی طرف سنگ مرمر کی بیلیں بنی ہوئی تھیں' مسجد کے شمال' جنوب اور مغرب میں تھوڑی سی جگہ چھوڑ کر خوب کھلے اور صاف حجروں کی قطاریں تھیں۔ حجروں کے سامنے برآمدہ تھا۔ گویا مسجد بطور خاص اس غرض سے بنائی گئی تھی۔ کہ طلبہ حجروں میں رہیں۔ اور مسجد میں تعلیم پائیں۔ شاہ عبد القادر محدث اور شاہ رفیع الدین محدث مدت تک یہاں درس دیتے رہے۔ سید احمد شہید بریلوی نے اپنی تحریک کا لائحہ عمل اسی مسجد کے حجروں میں تیار کیا تھا۔ اس مسجد سے قلعے کے لاہوری دروازے تک کا بازار اردو بازار کہلاتا تھا۔ انگریزوں نے قلعے کے درمیانی حصے میں میدان نکالنے کے لیے جہاں سینکڑوں مکان گرائے' وہاں یہ مسجد بھی شہید کرادی' حالانکہ اسے محفوظ رکھا جاتا تو میدان اور عام منظر کی خوبصورتی بڑھ جاتی اور ایک عالی شان عبادت گاہ بچی رہتی۔

۲۔اورنگ آبادی مسجد' یہ مسجد پنجابی کٹرے میں تھی' جو اسٹیشن اور ریلوے لائن میں آگیا۔ مسجد اس جگہ تھی جہاں آج کل بڑا اسٹیشن ہے پوری عمارت سنگ سرخ کی نہایت خوش وضع اور خوب صورت تھی۔ اس میں مولوی عبدالخالق امام تھے' شمس العلماء مولانا نذیر احمد کے خسر تھے۔ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ابتداء میں یہیں درس شروع کیا تھا پھر یہ مسجد انگریزوں نے منہدم کرادی تو وہ پھاٹک حبش خان میں چلے گئے۔

۳۔چوبی مسجد' قلعے کے اندر مہتاب باغ سے آگے نکل کر شاہی مطبخ کے پاس تھی' انگریزوں نے تڑوادی کچھ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی وضع وہیئت کیا تھی۔

(واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ص ۳۰۹-۳۱۱)

جامع شاہجہانی

یہ مسجد اپنی شان و شوکت' خوب صورتی اور دل آویزی کے لحاظ سے دنیا کی چند بہترین مسجدوں اور عبادت گاہوں میں شمار ہوتی ہے۔ انگریز اسے گرادینے یا گرجا بنالینے کے خواہاں تھے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ انگریزی فوج کے حملے کے وقت مسلمانوں نے سخت مقابلہ کیا تھا۔ اور انگریزی فوج کو پسپائی پر مجبور کردیا تھا۔ سید ظہیر دہلوی کے بیان کے مطابق اس لڑائی کی اجمالی کیفیت پیش کی جاچکی ہے۔ اصل بیان یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"ایک برن انگریزی فوج کا مسجد کی سیڑھیوں تک آپہنچا تھا۔ اور کچھ لوگ فوج کے رعایا کے گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرنے لگے۔۔ ادھر فوجیوں نے یہ چاہا کہ جامع مسجد میں داخل ہوجائیں مسجد میں جو مسلمان جمع تھے' انہوں نے دیکھا کہ اب یہ خدا کے گھر میں آکر کشت و خون کریں گے۔ آؤ بہتر یہ ہے کہ مسجد سے نیچے اتر کران سے سمجھ لیں' یہ کہہ کر وہ مسجد کے دروازے سے باہر نکل کر سیڑھیوں پر سے اترنے لگے۔ فوج والوں نے ان پر بندوقیں سرکیں' مگر جو زندہ رہے' وہ سامنے چلے اور باہم جنگ مغلوبہ دست بہ دست ہونے لگی۔ ایک غل شور برپاہوا اور بلوا ہوگیا۔ لوگ گھروں میں سے لکڑیاں' پلنگ کی پٹیاں' تلواریں لے لے کر دوڑ پڑے۔ اس برن میں کچھ مارے گئے' باقی بھاگ کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔"

(داستان غدر ص ۱۱۳-۱۱۴)

سکھوں کا کیمپ

فتح کے بعد گورے یا تو قلعے میں چلے گئے یا انہوں زینت المساجد میں اپنا مرکز قائم کرلیا۔ سکھوں کا لشکر جامع مسجد میں قائم ہوگیا۔ مولوی ذکاء اللہ فرماتے ہیں۔ مندروں کی درو شاکی کہ ہنود دہلی میں دوبارہ آباد ہوئے۔ تو انہیں اپنے تمام مندروں کو خاص رسوم ادا کرکے پوتر کرنا پڑا۔

جامع مسجد' شہر کی کل مساجد کی ناک تھی' اس کو یوں نکٹا بنایا کہ سکھ سپاہ کی بارک اس کو بنایا۔ اس میں بول و براز کرنے سے کچھ پرہیز انہوں نے نہیں کیا۔ سکھوں نے اپنے کڑھائے حلوے کے سرخ مینار کے نیچے خوب چڑھائے سور ذبح کرکے پکائے۔ کتے جو انگریزوں کے تھے۔ وہ درگاہ شریف میں پڑے پھرتے تھے۔

(ذکاء اللہ ص ۷۱۹)

شہر خالی پڑا تھا' بڑی بڑی حویلیاں اور عمارتوں کا شمار نہ تھا۔ سکھوں کے دوسرے دستوں کو کہیں بھی ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ لیکن انگریزوں کا جوش انتقام انہیں کسی طرح بھی دم نہ لینے دیتا تھا۔ اور وہ ایسی حرکتیں کرتے تھے' جو مسلمانوں کے لیئے زیادہ سے زیادہ اشتعال انگیز اور نفرت خیز ہوں۔

مسجد کی بندش

پھر مسجد کو بند کرکے پہرے لگادیے گئے۔ مرزا قربان علی بیگ سالک نے اپنی نظم "جہاں آباد" کے مندرجہ ذیل بند میں کس درد سے لکھا ہے:

ہجوم مسجد جامع کا کیا کروں اظہار
صف ملا کہ ہوتی جہاں نماز گذار
ہر ایک صف میں نہ رہتا مصلیوں کا شمار
اب اس کو دور ہی سے دیکھنا ہوا دشوار
نماز ہے نہ اذاں ہے نہ کوئی جاتا ہے
جب اس کو دیکھیے خالی تو جی بھر آتا ہے

پانچ سال تک تو انگریز بالکل چپ بیٹھے رہے اور مسجد کو بدستور اپنے قبضے میں رکھا' حالانکہ اس اثنا میں متعدد بڑے حاکم دہلی کا دورہ کرچکے تھے۔ غالب کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ جولائی ۱۸۶۲ء میں پرستش کا آغاز ہوا اور مسجد کی واگزاشت کا مسئلہ چلا۔ نومبر ۱۸۶۲ء میں واگذار ہوئی۔ اور دس آدمیوں کی ایک کمیٹی انتظام کے لیے بنادی گئی۔

واگزاشت کی شرطیں

واضح رہے کہ مسجد بلاشرط و قید گذار نہیں ہوئی تھی استعمال مسجد کے لیے شرطیں مقرر کی گئی تھیں۔ ان کی کیفیت یہ تھی۔ جو اقرار نامے میں بطور ہدایات مرقوم تھیں۔

۱۔ادائے نماز کے بعد سب آدمی مسجد سے باہر چلے جایا کریں۔

۲۔موذن امام کے سوا رات کو کوئی شخص مسجد میں نہ رہے۔

۳۔ ہندو بلامزاحمت مسجد کے اندر آئیں مگر انہیں ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۴۔سول اور فوج کے افسر بھی اندر آنے کے مجاز ہوں گے۔ انہیں جوتا اتارنے کی احتیاج نہیں امید ہے کہ وہ کتے ساتھ نہیں لائیں گے اور سگریٹ وغیرہ نہ پئیں گے۔

۵۔فوجی گورے کمان افسر یا حاکم ضلع سے پاس لیے بغیر اندر نہ جاسکیں گے۔

۶۔دو سنتری شمالی اور جنوبی دروازوں پر متعین رہیں گے۔ اور ان کی تنخواہ کی ذمہ دار کمیٹی ہوگی۔

اس کے علاوہ کمیٹی نے ذمہ داریاں اٹھائیں

باقی صفحہ ۱۷ پر

محمد سعید اسعد

فلاح کی راہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں کی مصالحت کرا دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو' تاکہ تم پر رحمت کی جائے"

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی سے تین چیزوں پر بیعت لی۔ ایک یہ کہ وقت پر نماز پڑھو دوسرے زکوٰۃ ادا کرتے رہا کرو تیسرے یہ کہ ہر مسلمان سے اچھا معاملہ کیا کرو یعنی ہم ایک دوسرے کو اچھی بات کی تلقین کریں چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں نہ الجھیں اپنے کسی بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی نہ کریں مذاق نہ اڑائیں اور رسوا نہ کریں۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے' پس اس میں کوئی دھبہ دیکھے تو اس کو دور کر دے آنحضرت ﷺ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لئے آئینے سے تشبیہ دی جس طرح آئینہ اپنے دیکھنے والے کو اپنے چہرے کے داغ دھبے سے واقف کرتا ہے مگر کسی دوسرے کو مطلع نہیں ہونے دیتا اسی طرح ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی کوئی کمی کوتاہی دیکھے تو اس کو علیحدگی میں ایسے طریقے سے مطلع کرے کہ اس کی وہ کوتاہی بھی دور ہو جائے مگر کسی کے سامنے پردہ دری بھی نہ ہو مقصد صرف خیر خواہی ہو کہ مسلمان بھائی بربادی اور خسارہ سے محفوظ رہے۔

مگر یہاں حالت یہ ہے کہ دیکھا کہ دو مسلمان بھائیوں یا گروھوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور بدمزگی ہو گئی ہے تو کچھ لوگ ان دو بھائیوں یا گروہوں کے درمیان مزید الجھاؤ پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں دونوں سے میل ملاپ کر کے دونوں کی ہاں میں ہاں ملا کر ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے اختلاف ختم ہونے کی بجائے عناد اور دشمنی کی صورت اختیار کر لے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سامنے تو بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں بڑی چاہت اور محبت کا اظہار کرتے مگر پیٹھ پیچھے برائی کریں گے اور عیوب کی فہرست گنوادیں گے کوئی شخص اگر صاحب عزت و وجاہت ہے یا کسی عہدہ یا منصب پر فائز ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اسکی جا و بے جا تعریفوں کے پل باندھتے ہیں اس کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں اور زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں لیکن اس کی غیر موجودگی میں برائی اور عیب چینی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو ذوالوجہین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں ایسے شخص کی سخت مذمت آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے شخص کے منہ میں آگ لگی ہوگی ہمیں اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار اور وفا شعار بندوں کی طرح زندگی بسر کرنی چاہئے اور اس کی اطاعت میں اسی کا رنگ اختیار کرنا چاہیے دورنگی ہر حالت میں انتہائی بری ہے کیونکہ یہ عادت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بالکل پسند نہیں' ویسے قرآن کریم اور احادیث میں دل کی صفائی کی بہت تاکید بیان فرمائی گئی ہے کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی اور اس سے بغض' کینہ رکھنا گناہ کبیرہ میں شامل ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اگر تم سے ہو سکے تو زندگی اس طرح گذارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل اور کھوٹ نہ ہو اور دل میں کسی کی بدخواہی نہ ہو' پھر فرمایا' دل صاف شفاف رکھنا میرا طریقہ ہے اور جس نے میرا طریقہ اختیار کیا اور اس کو پسند کیا اور اس پر عمل کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت کے اعلیٰ مقام میں میرے ساتھ ہوگا۔

ایک مسلمان کی کامیابی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو جنت میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کی معیت نصیب ہو' یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ کی سنت کو ہر حالت میں حرز جان بنایا جائے آپ کی ہمہ گیر اور ضروری سنتوں میں سے ایک آپس میں پیار محبت اور بھائی چارے سے زندگی بسر کرنا اور کینہ کدورت اور آپس کی نفرت اور لڑائی جھگڑے سے اپنے آپ کو دور رکھنا بھی ہے' ہر وقت اپنے دل کو ایسا صاف شفاف رکھنا کہ ہمہ وقت ہر مسلمان کی خیر خواہی پیش نظر رہے اگرچہ اس سنت پر عمل ذرا مشکل تو ہے لیکن ناممکن ہرگز نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنے اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی اور تمام متعلقین سے ایثار و ہمدردی اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا اور ان سے بغیر کسی لالچ اور توقع کے نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا اور جہاں تک ممکن ہو ان کی دینی دنیوی ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھنا گویا اپنی ذات سے ہر ایک کو راحت پہنچانے کی کوشش میں ہر دم رہنا چاہیے اگر زندگی میں کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عزیز و اقارب اور متعلقین سے کسی مسئلہ پر اختلاف بڑھ کر شدت اختیار کر لے اور کسی کی دل آزاری یا حق تلفی ہو جائے تو فوری طور پر اس کی تلافی کر لینی چاہئے اور معافی تلافی اور صفائی میں جلدی اور پہل کرنی چاہیے' ایک حدیث شریف میں ہے جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ختم کر دے اس کو جنت کے درمیان میں گھر ملتا ہے اور جو ناحق ہوتے ہوئے جھگڑا ختم کر دے اس کو اطراف میں گھر ملتا ہے یعنی ایک مسلمان کو ایسا ہونا چاہیے اول تو اپنی طرف سے کسی کو تکلیف اور شکوہ شکایت کا موقع نہ دے اگر ایسا ہو جائے تو بھی اپنی اس حرکت پر نادم

باقی صفحہ ۱۷ پر

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہی مدار نجات ہے‘ (مولانا محمد علی صدیقی)

تھرمل پاور کی جامع مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ مسجد کے خطیب مولانا محمد حسن صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں مرکزی مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا اور نبی کریم ﷺ پر نبوت کا اختتام کیا اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک سو آیات میں مختلف انداز میں اس بات کا اعلان کیا اور خود نبی کریم ﷺ نے مختلف انداز میں دو سو دس مرتبہ ذکر فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے امت کو متنبہ کیا کہ میرے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی نبوت کا اعلان کریں گے حالانکہ وہ نبی نہیں کذاب ہوں گے چنانچہ کچھ لوگوں نے نبی ہونے کا اعلان کیا ان میں ایک جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی ہے آپ نے واضح کیا کہ ہماری قادیانیوں سے کوئی ذاتی دشمنی یا رنجش نہیں ان سے جو بھی اختلاف ہے صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کا ہے قادیانی آج مرزا غلام احمد قادیانی کا جال چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں ہمارے بھائی ہیں ان کی عزت آبرو ہر چیز کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کریں گے۔ مولانا محمد حسن صاحب خطیب جامع مسجد نے فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کر رہی ہے اور تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے ہم مجلس کے ساتھیوں کے ساتھ ہمہ وقت شامل ہیں مجلس کے راہنما جب بھی عقیدہ ختم نبوت کی خاطر آواز دیں گے ہم لبیک کہتے ہوئے جماعت کے ساتھ ہوں گے۔

بہائیوں کی سرگرمیوں پر احتجاج

(کوئٹہ پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر مولانا محمد منیرالدین صاحب کی اپیل پر پورے بلوچستان میں بہائی فرقہ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے بارے میں یوم احتجاج منایا گیا علماء کرام نے مساجد میں جمعہ کے اجتماعات سے بہائی فرقہ کے عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ بہائی فرقہ اسلام کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد بہاء اللہ ایرانی کو اپنا رہبر مانتے ہیں بہائی فرقہ کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دین ختم ہو چکا ہے اب اسلام مدار نجات نہیں بلکہ مدار نجات صرف بہاء اللہ ایرانی کی تعلیمات ہیں بہائی فرقہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ یوم حشر ہو چکا ہے اب حساب کتاب نہ ہوگا۔ قیامت نہیں آئیگی جنت جہنم کوئی مقام نہیں سب فرضی نام ہیں اور اس دور میں کامیاب آدمی وہی ہے جو بہاء اللہ ایرانی پر ایمان لاتا ہے علماء کرام نے مزید کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام مہدی کا ظہور قرب قیامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہوگا بہائی اس عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں جس مہدی نے آنا تھا وہ علی محمد باب اور نزول بہاء اللہ ایرانی کا ہوا ہے اور اس صورت میں وعدہ پورا ہو گیا اور کہتے ہیں بہاء اللہ ایرانی کا مذہب بین الاقوامی مذہب ہے جس نے نبی کریم ﷺ کا مذہب اسلام منسوخ کر دیا علماء کرام نے جمعہ کے اجتماعات میں صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس فتنہ کا فوری سدباب کیا جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے جن علماء کرام نے جمعہ کے اجتماعات میں خطاب کیا ان میں چند ایک حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ مولانا محمد منیرالدین (جامع مسجد سٹی)‘ مولانا محمد عبدالواحد (جامع مسجد قندھاری)‘ مولانا انوارالحق حقانی (مرکزی جامع مسجد)‘ مولانا عبدالرحیم رحیمی (مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن)‘ مولانا محمد علی صدیقی (مسجد عمر)‘ قاری محمد حنیف صاحب (مسجد طوبیٰ)‘ قاری مہراللہ‘ مولانا عبداللہ منیر‘ قاری محمد یوسف ہزاروی‘ قاری عبدالرشید ہزاروی‘ مولانا عبدالباقی‘ مولانا محمد یعقوب شرودی‘ حافظ حسین احمد شرودی‘ قاری خدا بخش صاحب ژوب‘ مولانا اللہ داد کاکڑ‘ حاجی غلام اکبر لورالائی‘ مولانا محمد ممتاز‘ مولانا آغا محمد‘ مولانا مجیب النبی‘ خواجہ محمد اشرف دکی‘ مولانا محمد مبین‘ قاری محمد یوسف صاحب پشین‘ مولانا محمد طاہر صاحب‘ مولانا سعداللہ‘ چمن سے مولانا مطیع الرحمان‘ قاری عطا محمد‘ تربت سے مولانا محمد الیاس مستونگ‘ مولانا عزت اللہ قلات سے اسعد صدیق شاہ‘ سید عطاء اللہ شاہ‘ خضدار سے مولانا قمرالدین‘ سبی مولانا عطاء اللہ اور دیگر علماء کرام

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو

فروغ دیں

تحفظ ختم نبوت کے مشن

میں شریک ہوں

قادیانی گھرانے کا قبول اسلام

شیخ نذیر احمد' اور ان کی اہلیہ خورشید بیگم' اور اس کے لڑکے عقیل احمد نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے دفتر میں آکر اپنے سابقہ مذہب قادیانیت کے کفریہ عقائد سے توبہ کرکے عالمی مجلس کے مرکزی مبلغ مولانا نذیر احمد تونسوی کے ہاتھ پر قبول اسلام کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے قادیانیت کا بڑے غور سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ قادیانیت کوئی مذہب نہیں بلکہ مذہبی روپ میں بین الاقوامی لٹیروں کا ایک گروہ ہے اور دجل و فریب اور منافقت کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ ختم نبوت سے بغاوت اور اسلام دشمنی قادیانیت کا امتیازی نشان ہے۔

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے قبل از موت ہمیں توبہ کی توفیق دے کر اسلام جیسی لازوال دولت سے نوازا ہے۔ اور آج ہم قادیانیت کے تمام کفریہ عقائد سے توبہ کرکے محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت اور آپ کے لائے ہوئے آخری دین پر مکمل اور غیر مشروط ایمان لانے کا اعلان کرتے ہیں اور ہمارا یہ بھی پختہ ایمان ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں آپکے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور عیسیٰ علیہ السلام جو آپ ﷺ سے قبل بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے وہ ابھی حیات ہیں اور قیامت کے قریب آسمانوں سے نزول فرماکر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور مرزا قادیانی' مسیح موعود کے دعویٰ سمیت اپنے تمام دعوؤں میں جھوٹا۔ کذاب اور دجال ہے اور اس کو ماننے والے خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری ہوں۔ ان سب کو ہم کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور آج کے بعد ہمارا ان میں سے کسی گروپ سے قطعاً" کوئی تعلق نہیں ہے ہم آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے رضاکار ہیں اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت اقدس حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ' مفتی محمد جمیل خان' مولانا سعید احمد جلال پوری عالمی مجلس کے مبلغ مولانا نذیر احمد تونسوی' جامع مسجد صدیقیہ شیر شاہ کے خطیب مولانا فرید احمد ہزاروی' صاحبزادہ حافظ عتیق الرحمان لدھیانوی' مولانا عبداللطیف' محمد انور رانا' قاری عبدالرحمان عباسی' شفیق الرحمان' سید شاہد مختار فاروقی' نعیم صدیقی' جمال عبدالناصر' ریاض الحق' سید کمال شاہ اور رانا عبدالستار نے نو مسلم گھرانے کو مبارک بادی دی۔ اور ان کی استقامت کے لئے دعا کی۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی (۶) نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر
خصوصی رعایت

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۷۴ء جلد سوم

۶۰۰ صفحات

تالیف : مولانا اللہ وسایا صاحب

○ ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء آغازِ تحریک سے تا ، ستمبر ۱۹۷۴ء اختتام تحریک لمحہ بہ لمحہ کی مکمل تحقیقی رپورٹ ○ سانحہ ربوہ کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ سے رپورٹیں ○ اہم شخصیات کے انٹرویوز ○ اخبارات و جرائد کی تمام خبریں ، اداریے ، رپورٹیں ○ تاریخی اشتہارات ، نظمیں ○ کتاب کا مکمل اشاریہ
کمپیوٹر کتابت ، عمدہ طباعت ، سفید کاغذ
چار رنگا سرورق مجلد قیمت /۲۰۰

قومی تاریخی دستاویز (اُردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

مرزا ناصر و صدرالدین ۔ قادیانی و لاہوری دونوں گروپوں کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی جس کی مکمل تفصیلات (سوالاً و جواباً) اس میں شامل ہیں اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہِ راست قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں ۔
کمپیوٹر کتابت ، عمدہ طباعت ، سفید کاغذ ، مجلد چار رنگا ٹائیٹل لیمنیشن ، صفحات ۳۰۰ سے زائد
قیمت /۱۵۰ روپے

قادیانی عقائد کا
اِنسائیکلوپیڈیا

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

از :۔ پروفیسر محمد الیاس برنی ۔ ایم ۔ اے ، ایل ۔ ایل ۔ بی

کمپیوٹر کتابت پہلی بار ۔ نئے حوالہ جات ۔ اغلاط سے مبرا ، سفید کاغذ بہترین طباعت ، مضبوط و عمدہ جلد ۔ چار رنگا ٹائیٹل ۔ ایک تاریخی علمی دستاویز جس میں قادیانی تحریک کے عقائد و عزائم ، مکمل تاریخ ، قادیانیوں مذہبی و سیاسی قلابازیوں کی مکمل تفصیلات جس نے قادیانی تحریک کے چہرہ سے پردہ چاک کردیا ۔ صفحات ۱۱۶۴
قیمت /۳۰۰ روپے

مرزا قادیانی کی مستند سوانح حیات

رئیسِ قادیان

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ و پیراستہ ۔
مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش سے وفات تک اچھوتی و عمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل مکمل سوانح ۔ مرزا جی کے قول و عمل سے مزین علمی و تاریخی دستاویز ۔ عمدہ کاغذ بہترین طباعت ، مضبوط جلد ۔ چار رنگا ٹائیٹل ، صفحات ٦٧٦
قیمت /۱۵۰ روپے

احتسابِ قادیانیّت

ازقلم : مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظرِ اسلام کے ردِ قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ ۔ نئی کمپیوٹر کتابت
بہترین کاغذ ۔ عمدہ طباعت ، مضبوط جلد ۔ رنگین ٹائیٹل ۔

صفحات ۳۰۰ قیمت /۱۰۰ روپے

کاغذ و طباعت مثالی ۔ بہترین کمپیوٹر کتابت

تحفۂ قادیانیّت (جلد دوم)

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مضبوط جلد ۔ چار رنگا ٹائیٹل ، صفحات ۴۰۰ سے زائد ، قیمت /۱۵۰

یہ جلد حضرت مصنف مدظلہ کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے ۔ تاریخی ، مذہبی ، سیاسی مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے ۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں :
○ دارالعلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت ○ مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتویؒ ○ معرکۂ قادیان و لاہور ○ ظلی نبوت کا تارِ عنکبوت ○ پیامِ اقبال اور فتنۂ قادیانیت ○ مرزا طاہر کے جرمنی کے چیلنج کا جواب ○ ربوہ سے تل ابیب تک ○ ربوہ سے تل ابیب تک کے جوعب کا جواب الجواب ○ مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد (سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں تحریری بیان ــــ فتنۂ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے بہترین کتاب ۔

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ، حضوری باغ روڈ ملتان

٭ مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت
٭ وی پی نہ ہوگی ٭ پوری رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے